WWW.PAKSOCIETY.COM
ماہنامہ
ہمدرد نونہال
اپریل ۲۰۱۵ء
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اشاعت کا ۶۳ واں سال

یادگار: شہیدِ پاکستان حکیم محمد سعید

ماہ نامہ ہمدرد نونہال

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

شمارہ ۴ — جلد ۶۳

اپریل ۲۰۱۵ عیسوی — جمادی الثانی ۱۴۳۶ ہجری

ٹیلے فون — 36620949 سے 36620945
36616004 سے 36616001
ایکسٹینشن — (066 یا 052 یا 054)
ٹیلی فیکس نمبر — (92-021) 36611755
ای میل — hfp@hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان — www.hamdardfoundation.org
ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) — www.hamdardlabswaqf.org
ویب سائٹ ادارہ سعید — www.hakimsaid.info
فیس بک پیج — www.facebook.com/Hamdardfoundationpakistan

دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

"ڈاک خانے کے نئے قاعدوں کی وجہ سے آیندہ ہمدرد نونہال کی قیمت صرف بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر کی صورت میں قابلِ قبول ہوگی، VPP بھیجنا ممکن نہیں ہے۔"

قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی کا احترام ہم سب پر فرض ہے

سعدیہ راشد پبلشر نے ماس پرنٹرز کراچی سے چھپوا کر ادارہ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی سے شائع کیا

سرورق کی تصویر	آمنہ صدیقی، زینب صدیقی، کراچی

ISSN 02 59-3734

قیمت عام شمارہ
۳۵ رُپے

سالانہ (عام ڈاک سے)
۳۸۰ رُپے

سالانہ (رجسٹری سے)
۵۰۰ رُپے

سالانہ (دفتر سے دستی لینے پر)
۳۴۰ رُپے

سالانہ (غیر ممالک سے)
۵۰ امریکی ڈالر

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم حاصل کرنے کے دنیا میں تو بہت سے فائدے ہوتے ہی ہیں، علم کے دینی فائدے اور فضیلت بھی کم نہیں ہے۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اللہ تم میں سے اہلِ ایمان اور اہلِ علم کے درجات بڑھاتا ہے'' (المجادلہ ۱۱) اس آیت میں ایمان والوں کے ساتھ ہی علم والوں کا ذکر ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ علم کی اہمیت بھی بتائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی:

''آپ دعا کیجیے کہ اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما دیجیے۔ (طٰہٰ ۱۱۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''علم حاصل کرو، اس لیے کہ جو شخص علم حاصل کرتا ہے، وہ اللہ کے راستے میں نیکی کرتا ہے۔ جو شخص علم کا تذکرہ کرتا ہے، وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ جو شخص علم کی جستجو کرتا ہے، وہ اللہ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور جو شخص علم کو پھیلاتا ہے۔ وہ صدقہ دیتا ہے۔''

نونہالو! اس سے زیادہ علم کی اہمیت بتانے کی ضرورت نہیں، لیکن ایک بات اپنے ذہن میں صاف کر لو۔ علم حاصل کرنے کا مطلب صرف امتحان پاس کرنا نہیں ہے کہ کتاب رَٹ کر یا امتحان میں نقل کر کے پاس ہو جاؤ اور یہ سمجھو کہ تم نے علم حاصل کر لیا ہے۔ کسی غلط طریقے سے امتحان پاس کرنے کے باوجود تم علم سے کورے ہو۔ تمھیں معلومات نہ ہوں اور انسان میں علم سے جو سمجھ، عقل اور تہذیب پیدا ہوتی ہے وہ تم میں پیدا نہ ہو تو گویا تم نے علم حاصل نہیں کیا، اس لیے ضروری ہے کہ تم شوق سے پڑھو۔ اپنے ذہن میں معلومات بٹھاؤ، کتاب سے محبت پیدا کرو، استاد کی عزت کرو۔

(ہمدرد نونہال نومبر ۱۹۹۸ء سے لیا گیا)

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

اس مہینے کا خیال

خوش مزاجی سے

بڑھاپا دور رہتا ہے۔

اپریل ۲۰۱۵ء کا شمارہ دوستوں کی خدمت میں پیش ہے۔ اس مہینے کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ اس مہینے میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی وفات ہوئی تھی۔ علامہ اقبال کئی لحاظ سے قوم کے محسن ہیں۔ انھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے آزاد ملک کی تجویز پیش کی اور اردو شاعری کو نئی توانائی دی۔ سرسید بھی مسلمانوں کی تاریخ میں ایک بہت بڑا اور اہم نام ہے۔ سرسید نے وقت کی آواز سنی اور قوم کو نئے حالات کو سمجھنے اور ان کا مقابلہ کرنے کا درس دیا۔ انھوں نے انگریزی سیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اس سلسلے میں مخالفتوں کا بھی مقابلہ کیا۔ یہ دونوں شخصیتیں ہماری محسن ہیں۔

ہمارا پاکستان بھی اس وقت بہت سی اُلجھنوں میں ہے۔ ہمارے رہنماؤں کا فرض ہے کہ وہ وقت کی اہم ترین ضرورت کو سمجھ کر عوام کو اس کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کریں۔ آپس کے اختلاف کو بُھلا کر ملک کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن کریں۔

ہماری کوشش رہی ہے کہ ہمدرد نونہال کو ہر مہینے وقت کی پابندی اور باقاعدگی سے شائع کریں۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں اب تک اس میں کام یابی ہوئی ہے اور نونہالوں کا تعاون اور بزرگوں کی ہمت افزائی جاری رہی تو ان شاء اللہ آیندہ بھی آپ کا پیارا رسالہ اسی طرح شائع ہوتا رہے گا، آپ کے لیے علم کی نئی راہیں کھولتا رہے گا۔

اب مجھے اجازت دیجیے، مئی کا شمارہ تیار کرنے کے علاوہ خاص نمبر کی تیاری بھی کرنی ہے۔ خدا حافظ۔

☆☆☆

سونے سے لکھنے کے قابل زندگی آموز باتیں

روشن خیالات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے، جس نے قرآن سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔

مرسلہ : ایمان شاہد، جہلم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

انسان کو اچھی سوچ پر بھی انعام ملتا ہے، کیوں کہ سوچ میں دکھاوا نہیں ہوتا۔

مرسلہ : زینب ناصر، فیص آباد

حضرت امام غزالیؒ

جو غلطی نہ کرے وہ فرشتہ، جو غلطی پر ڈٹ جائے وہ شیطان، جو غلطی کر کے توبہ کر لے وہ انسان اور جو توبہ پر قائم ہو جائے وہ اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے۔

مرسلہ : نادیہ اقبال، لانڈھی، کراچی

حضرت شیخ سعدیؒ

جاہلوں کا طریقہ یہ ہے کہ جب ان کی کوئی بات دلیل سے ثابت نہ ہو رہی ہو تو جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔

مرسلہ : اویس علی، کورنگی، کراچی

قائداعظم محمد علی جناح

ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے، جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری ٹاؤن، کراچی

جبران خلیل جبران

آدمی جتنا زیادہ بولتا ہے، اتنا ہی اس کی کم عقلی سامنے آتی ہے۔

مرسلہ : ہنگر بہار، مکران، بلوچستان

بائرن

مصروف آدمی کے پاس آنسو بہانے کا وقت نہیں ہوتا۔

مرسلہ : خرم خان، کراچی

گلیلیو

دنیا کا کوئی شخص جاہل نہیں۔ ہر شخص سے کچھ نہ کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔

مرسلہ : عریشہ حبیب الرحمٰن، کراچی

دعا

محمد مشتاق حسین قادری

دلا دے گناہوں سے نفرت الٰہی!
بدل دے بُری میری خصلت الٰہی!
چھڑا دے گناہوں کی عادت الٰہی!

بُرائی سے ہر دم بچا میرے مولا!
کروں تیری ہر دم اطاعت الٰہی!
چھڑا دے گناہوں کی عادت الٰہی!

بچا راہِ شیطاں سے مجھ کو ہمیشہ
رہِ نیک کر دے عنایت الٰہی!
چھڑا دے گناہوں کی عادت الٰہی!

اندھیرا ہمارے دلوں سے مٹا کر
جلا اس میں شمعِ محبت الٰہی!
چھڑا دے گناہوں کی عادت الٰہی!

مرے دل سے دنیا کی خواہش مٹا دے
عطا کر مجھے اپنی اُلفت الٰہی!
چھڑا دے گناہوں کی عادت الٰہی!

پھنسا ہے محبت میں دنیا کی مشتاق
ہٹا اس کے سر سے یہ آفت الٰہی!

چھڑا دے گناہوں کی عادت الٰہی!

علامہ اقبال

احمد ہمدانی

ہے بے شک آدمی نائب خدا کا
مگر ہر سُو جہاں میں ہے یہ رُسوا

وجہ رسوائی کی اس کے سوا کیا
کہ اپنے آپ کو اس نے نہ جانا

مگر اقبال نے آخر بتایا
سبھی کچھ سعیِ انساں نے ہے پایا

خودی کا راستہ اس نے دکھایا
محبت کا قرینہ بھی سکھایا

کہا اقبال کا جب ہم نے مانا
تو جلتی دھوپ میں دیکھا ہے سایا

یہ اپنا ملک پاکستان اپنا
ہے اس کی فکرِ عالی ہی کا حصہ

اسی کے شوق کی تفسیر ہے یہ
اسی کے خواب کی تعبیر ہے یہ

محبت پہ رہا ایمان اس کا
ہے پوری قوم پہ احسان اس کا

علامہ سے وعدہ

عبداللہ ادیب

اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ سر سلیم اسے ڈانٹ رہے تھے۔

''آخر کب سمجھو گے تم؟ اب تم کوئی بچے نہیں رہے، آٹھویں جماعت میں پڑھ رہے ہو۔ میں تو تنگ آ گیا ہوں تم سے۔ پڑھتے نہیں تو اسکول کس لیے آتے ہو؟''

اس کا سر شرم سے جھکا ہوا تھا۔ سر سلیم نے پھر کہا: ''چلو جاؤ یہاں سے۔ اگر آیندہ ٹیسٹ میں تمھارے نمبر کم آئے تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔ سمجھے؟''

پھر وہ تھکے تھکے قدموں سے چلتا ہوا اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''امجد! میں نے تمھیں کل ہی سمجھایا تھا کہ سبق یاد کر کے آنا، لیکن تم سنتے ہی نہیں۔ ڈانٹ پڑ گئی نا بھری کلاس میں!'' خاور کی آواز اس کے دماغ پر ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

اس نے غصے سے سر اُٹھا کر خاور کو دیکھا اور کہا: ''یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر روز ڈانٹ کھانا میرے نصیب میں ہے۔''

''اس میں غلطی تمھاری ہے۔ کیوں سبق یاد نہیں کرتے؟''

''میں کوشش تو کرتا ہوں لیکن......''

خاور نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: ''اگر تم کوشش اور محنت کرو تو ضرور کام یاب ہو گے۔''

''میں اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش کروں گا۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

چھٹی کی گھنٹی کی آواز سنتے ہی وہ اُٹھا، اپنا بیگ اُٹھایا اور چل پڑا۔ گھر پہنچتے ہی اس نے بیگ صوفے پر رکھا اور پلنگ پر لیٹ گیا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اور امی کمرے میں داخل ہوئیں۔ انھوں نے پوچھا: ''کیا بات ہے بیٹا! تمھاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

''امی! سر میں درد ہو رہا ہے۔ آرام کرنا چاہتا ہوں۔'' اس نے آہستہ سے جواب دیا۔

''کھانا لے آؤں تمھارے لیے؟'' امی نے پوچھا۔

''نہیں امی! مجھے بھوک نہیں۔ لائٹ بند کر دیں۔'' اس نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ سو گیا۔

اسے سوئے ہوئے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے سامنے علامہ اقبال کھڑے تھے، ہمارے قومی شاعر!

''آپ!'' اس کے منھ سے نکلا۔

''ہاں میں!'' علامہ اقبال نے جواب دیا اور کہا: ''میں ایک خاص مقصد کے لیے یہاں آیا ہوں۔ مجھے تم سے شکایت ہے'' حکیم الامت کے منھ سے یہ الفاظ سن کر اس کا سر شرم سے جھکتا چلا گیا۔

''مجھ سے آپ کو شکایت ہے؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے علامہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں مجھے تم سے شکایت ہے اور میں تمھیں سمجھانے کے لیے یہاں آیا ہوں۔'' قومی شاعر نے کہا۔

پھر مفکرِ پاکستان نے کہنا شروع کیا: ''آج تک تم نے تعلیم کی قدر نہیں کی اور اس بات کا تم کو احساس بھی نہیں کہ تم کس مقصد کے لیے اسکول جاتے ہو۔ تم تو میرے شاہین

ہو۔ میں نے تو تم سے بہت سی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں، لیکن تم اپنی تعلیم پر توجہ نہیں کرتے۔ ہمیشہ نقل کر کے پاس ہوتے ہو۔ تعلیم کی قدر ان سے پوچھو جو سارا سارا دن گاڑیوں کے نیچے گھسے رہتے ہیں، جن کے ہاتھوں میں قلم کے بجائے اوزار ہیں اور جو اسکول جانا چاہتے ہیں، مگر نہیں جا سکتے۔ وہ مجبور ہو کر محنت مزدوری کرتے ہیں اور ہوٹلوں میں کام کرتے ہیں۔ تم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کتنی مشکل اور محنت کے بعد تمھارے والدین پیسے کماتے ہیں، مگر تم نہ صرف ان کے محنت سے کمائے گئے روپے ضائع کر رہے ہو، بلکہ اپنا قیمتی وقت مزید ضائع کر کے اندھیروں میں گم ہو رہے ہو۔''

''میں شرمندہ ہوں۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''میرے شاہین! تمھیں اپنا مقام خود بنانا ہے۔ اونچا مقام حاصل کرنے کے لیے تمھیں کوشش اور محنت کرنی چاہیے۔''

''میں اب محنت اور کوشش کروں گا۔ آپ نے میرے دل میں علم کی شمع روشن کی ہے، میں اسے بجھنے نہیں دوں گا۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔'' اس کی آواز کمرے میں گونجی۔

اچانک وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔

''اوہ! تو یہ سب خواب تھا۔'' اس نے خود سے کہا۔

پھر اس نے نظر اُٹھا کر سامنے دیوار پر لگی ہوئی علامہ اقبال کی تصویر کو دیکھا اور ایک عزم سے کہا: ''اے عظیم شاعر! آج سے میں اپنی پوری توجہ علم حاصل کرنے پر دوں گا اور اونچا مقام حاصل کرنے کے لیے دن رات محنت کروں گا۔ آپ کو ہرگز مایوس نہ کروں گا، بلکہ اقبال کا حقیقی شاہین بن کر دکھاؤں گا۔''

☆☆☆

دو پُرانی چیزیں

مسعود احمد برکاتی

کوئی چیز جب پرانی ہو جاتی ہے کہ تو دل سے اُتر جاتی ہے۔ یا تو ہم اُسے پھینک دیتے ہیں یا یوں ہی بے پروائی سے کہیں ڈال دیتے ہیں۔ یہ بات مادّی چیزوں کے بارے میں ہے، لیکن غیر مادّی چیزوں مثلاً کسی ہُنر یا فن کے لیے بھی یہ بات غلط نہیں ہے۔ بعض چیزیں کارآمد نہیں رہتیں تو لوگ اُن کو بھول جاتے ہیں۔ بعض ہُنر بھی کارآمد نہیں رہتے تو لوگ اُن کو سیکھنا چھوڑ دیتے ہیں، لیکن بعض ہُنر یا مشغلے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے فائدے باقی رہتے ہیں، پھر بھی لوگ اُن کو بھلا دیتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ فن یا ہُنر مفید تو ہیں، لیکن اُن کے بغیر بھی کام چل جاتا ہے۔ ایسی ہی دو پرانی چیزوں کو آج میں یاد دلانا چاہتا ہوں۔

یہ دونوں چیزیں مادّی نہیں ہیں، بلکہ ہُنر ہیں اور ان کا رواج آج بھی ہے بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ ان دونوں ہُنروں نے بڑی ترقی کی ہے اور آلات یا مشینوں سے بھی ان کی ترقی میں مدد ملنے لگی ہے، لیکن میں اُن کو پرانی یا بھولی ہوئی چیزوں میں اس لیے شمار کر رہا ہوں کہ پہلے کی طرح اب ان کا شوق نہیں رہا۔ اب ان ہُنروں کو لوگ صرف کمائی کے لیے سیکھتے ہیں، پہلے ان کو ذاتی مشغلے اور ایک ذاتی خوبی کے طور پر بھی سیکھتے تھے۔

خوش نویس، خطاط یا کاتب آج بھی ہیں اور بہت اچھا لکھنے والے ہیں۔ اُن کی قدر بھی بہت ہے اور قیمت بھی، یعنی وہ کما بھی خوب رہے ہیں، لیکن عام پڑھے لکھے آدمی کو اب خوش نویسی یا خوش خطی کا شوق نہیں رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب عام پڑھے لکھے آدمی کا خط اچھا نہیں رہا۔ اب زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ملے گی جن کو بد خط کہا جا سکتا ہے۔ پہلے ہر پڑھا لکھا آدمی نہیں تو اکثر تعلیم یافتہ لوگ خوش خط ہوتے تھے۔ خوش خطی کو خوبی سمجھا جاتا تھا اور یہ لازمی خوبی

تھی۔ جس آدمی کا خط اچھا نہیں ہوتا تھا گویا اُس میں کوئی کمی یا کسر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ بدخط آدمی دوسرے کے سامنے شرماتا تھا۔ خوش خطی ایک زیور کی طرح تھی کہ جس کے پاس ہے وہ دولت مند ہے اور خوش قسمت ہے۔

پہلے زمانے میں چھپائی اتنی عام نہیں تھی اور سستی بھی نہیں تھی۔ اس لیے کتابیں مشکل سے ملتی تھیں۔ بہت سے لوگ جن کو ان کی ضرورت کی کتاب میسر نہیں آتی تھی یا وہ اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتے تھے وہ کسی سے کتاب مانگ کر اس کی نقل خود کر لیا کرتے تھے۔ ان کو لکھنے کی مشق بھی ہوتی تھی اور خط بھی اچھا ہوتا تھا۔ اس طرح ان کی مشق اور بڑھ جاتی تھی۔

آج بھی اس مفید مشغلے کو دوبارہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر طالب علم کو اپنی فرصت کا تھوڑا سا وقت خوش خطی کی مشق کرنے کے لیے نکالنا چاہیے۔ یہ ایک ایسا ہنر ہے، جس کو سیکھنے میں فائدہ ہی فائدہ ہے، نقصان کوئی نہیں ہے۔

دوسرا ہُنر ''جِلد بندی'' کا ہے۔ پرانے زمانے میں ہر پڑھا لکھا آدمی تو نہیں، لیکن اکثر لوگ اپنی کتابوں کی جلدیں خود ہی بنا لیا کرتے تھے، ٹوٹی ہوئی جِلدوں کی مرمت خود کر لیا کرتے تھے۔ وہ یہ کام کسی اسکول یا ٹریننگ سنٹر میں جا کر نہیں سیکھتے تھے، بلکہ اپنے بڑوں کو دیکھ کر خود بھی ان کی نقل کرنے لگتے تھے اور کرتے کرتے اُن کو یہ ہُنر خوب آ جاتا تھا۔

اصل میں کتاب کی جِلد بنانا کتاب سے محبت کا ایک حصہ ہے۔ جس آدمی کو کتاب سے محبت ہوتی ہے وہ کتاب کو خراب خستہ حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔ کہیں سے ورق پھٹ گیا تو وہ اس پر فوراً چیپی لگا کر اس کو زیادہ پھٹنے سے بچانا چاہتا ہے۔ یہی چاہت اس کو کسی نہ کسی درجے میں ''جِلد بندی'' کا ہُنر سکھا دیتی ہے اور وہ اپنی کتابوں کی جِلدیں بنا بنا کر اُن کی عمریں بڑھا لیتا ہے۔ جِلد کتاب کا لباس ہے۔ جس طرح لباس انسان کو موسم سے محفوظ رکھتا ہے، اسی طرح جِلد کتاب

کی حفاظت کرتی ہے۔ آج کل جلد اتنی منہگی بننے لگی ہے کہ اکثر جلد بنوانے کی ہمت نہیں رہتی۔
اگر نونہال مشغلے کے طور پر "جِلد بندی" سیکھ لیں تو ان کو ایک مفید ہُنر آ جائے گا۔ وہ اپنی کتابوں کی جِلدیں بنانے کے علاوہ فرصت کے وقت میں دوسروں کی جِلدیں بنا کر کچھ کما بھی سکتے ہیں۔

یہ دونوں ہُنر نہایت مفید، شریفانہ اور باعزت ہُنر ہیں۔ اگر نونہال روزانہ نہیں تو دوسرے تیسرے دن ہی کچھ وقت ان کو سیکھنے میں صرف کیا کریں تو کچھ عرصے میں ان کو خاصی آسانی اور مہارت ہو جائے گی اور ان کی خوبیوں میں اضافہ ہو جائے گا۔ ☆

شیر کا خواب

محمد اقبال شمس

جنگل کا بادشاہ شیر یوں تو نہایت طاقت ور اور خونخوار جانور تھا، مگر کچھ دنوں سے پریشانی اس کے چہرے پر صاف ظاہر ہو رہی تھی۔ لومڑی اس کی خاص راز دار تھی۔ آخر اس نے پوچھ ہی لیا: ''حضور والا! اگر طبیعت پر گراں نہ ہو تو ایک سوال پوچھ سکتی ہوں؟''

شیر نے جواب دیا: ''ہاں پوچھ سکتی ہو۔''

وہ بولی: ''میں کچھ دنوں سے محسوس کر رہی ہوں کہ کسی بات سے آپ ضرور پریشان ہیں، کیا بات ہے؟ مجھے بتائیے ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے کوئی کام آسکوں یا پھر آپ کے دل پر جو بوجھ ہے، وہ کم ہو جائے گا۔''

شیر بادشاہ بولا: ''ہاں پریشان تو ہم ضرور ہیں۔ دراصل کچھ دنوں سے ہمیں ایک ہی خواب بار بار دکھائی دے رہا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم پریشان ہیں۔''

''خواب کیسا خواب! کیا آپ مجھے بتانا پسند فرمائیں گے۔''

''ہاں سنو، ہم خواب میں ایک دوسرا شیر دیکھتے ہیں جو نہ جانے کہاں سے ہمارے جنگل میں آجاتا ہے اور اس کا ہم سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو وہ ہم پر چھلانگ لگاتا ہے۔ بس ہمیں اتنا ہی دکھائی دیتا ہے اور ہماری آنکھ کھل جاتی ہے۔ ہمیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ ہم کو ختم کر کے خود اس جنگل پر راج کرنا چاہتا ہے۔ وہ شیر ہم سے جوان اور طاقت ور دکھائی دیتا ہے۔ بس اسی بات کی پریشانی لاحق ہے۔''

لومڑی شیر کا خواب سن کر بولی: ''حضورِ والا! آپ کیوں خواہ مخواہ اَن دیکھے اندیشوں سے پریشان ہیں۔ آپ اس جنگل کے بادشاہ ہیں اور آپ کا اقتدار آپ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ بہر حال میں احتیاط کے طور پر تیز نگاہیں رکھنے والے عقاب سے کہہ دوں گی کہ اگر وہ کسی اجنبی شیر یا کسی اور خونخوار درندے کو دیکھے تو وہ فوراً ہمیں مطلع کرے، تاکہ ہم فوراً اس کا کوئی مناسب بندوبست کر سکیں۔''

شیر بولا: ''یہ بات تم نے خوب کہی، ہم تمھاری بات سے متفق ہیں۔''

لومڑی فوراً عقاب کی تلاش میں ایک طرف کو چل دی۔ جلد ہی اسے عقاب مل گیا۔ اس نے عقاب کو کام سمجھایا۔ عقاب فوراً ایک اونچے ٹیلے پر جا کر بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر لومڑی نے اپنے گھر کی راہ لی۔

ابھی اس واقعے کو کچھ دن ہی گزرے تھے کہ ایک دن اچانک فضا میں عقاب کی چیخیں بلند ہوئیں۔ عقاب کی آواز سن کر لومڑی فوراً شیر کے غار کی طرف لپکی۔ عقاب کی آواز پر شیر بھی اپنی کچھار سے باہر آ گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں عقاب شیر کی کچھار پر اُترا۔

لومڑی بولی: ''اے تیز نگاہ رکھنے والے! کیا خبر لائے ہو۔''

شیر بھی بے چینی کے عالم میں بولا: ''ہاں جلدی بتاؤ، کیا خبر لائے ہو؟

وہ بولا: ''حضور والا! میں نے ایک اجنبی شیر کو جنگل کی حدود میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔''

شیر بولا: ''دیکھا میرا خواب سچ ثابت ہو رہا ہے۔'' وہ بے چینی کے عالم میں ٹہلنے لگا۔

پھر اس نے لومڑی سے کہا: ''سنو! فوراً جاؤ اور اس کی حرکات و سکنات پر نظر رکھو۔ اور ہر پل کی خبر سے مجھے مطلع کرو۔''

''جو حکم آپ کا۔'' یہ کہہ کر لومڑی عقاب کی بتائی ہوئی راہ پر چل پڑی، جب کہ شیر کے چہرے پر پریشانی صاف عیاں تھیں۔

کچھ ہی گھنٹوں بعد لومڑی دوبارہ شیر کے سامنے تھی۔ شیر بولا: ''جلدی بتاؤ کیا خبر لائی ہو؟''

لومڑی بولی: ''حضور والا! میں کافی دیر تک اس کی ٹوہ میں لگی رہی تھی۔ وہ کافی دیر تک اس جگہ اِدھر سے اُدھر کچھ تلاش کرنے لگا۔ پھر وہ درخت کے پاس ہی ٹھیر گیا اور اب وہ وہیں پر ڈیرہ جما کر بیٹھ گیا ہے۔''

یہ سن کر شیر اُچھل پڑا اور بولا: ''یہ تو ہماری پرانی کچھار ہے۔ دیکھا! اس نے کسی طرح معلوم کر لیا ہو گا کہ یہ ہمارا پرانا ٹھکانا ہے تو اس نے وہاں پر قبضہ کر لیا۔ وہ وہاں بیٹھ کر پورے جنگل پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھے گا، مگر ہم بھی اس کا یہ خواب کبھی سچا نہ ہونے دیں گے۔'' پھر وہ کچھ دیر

سوچتے ہوئے بولا: ''تم فوراً ہمارے جاں نثاروں کی فوج تیار کر کے ہمارے حضور پیش کرو۔ پھر آگے کا لائحہ عمل بتائیں گے۔''

یہ سن کر لومڑی فوراً وہاں سے چل پڑی۔ کچھ ہی دیر بعد لومڑی خونخوار درندوں کی فوج بنا کر بادشاہ کے روبرو حاضر ہوئی۔ شیر فوج سے مخاطب ہوا: ''اے میرے جانباز ساتھیو! ایک اجنبی شیر ہماری ریاست میں نہ جانے کہاں سے گھس آیا ہے۔ اس کے ارادے ہمیں اچھے دکھائی نہیں دیتے۔ وہ ہمیں ختم کر کے خود اس جنگل پر راج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، کیوں کہ اس قسم کا خواب ہم کچھ دنوں سے دیکھ رہے ہیں۔''

ایک درندہ بولا: ''آپ ہمیں حکم دیں، ہم ابھی جا کر اس کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔''

شیر بولا: ''نہیں ایسے نہیں، پہلے ہم خود اس سے بات کریں گے۔ تم سب لوگ قریب ہی جھاڑیوں میں چھپے رہنا اور پھر جب کوئی خطرہ دیکھو تو فوراً چاروں طرف سے اس پر حملہ کر دینا۔''

یہ سن کر سب نے ہاں میں سر ہلایا۔

تھوڑی دیر میں شیرا اپنے ساتھیوں سمیت وہاں سے روانہ ہوا۔ اس مقام پر پہنچ کر شیر کے سارے ساتھی چاروں طرف درختوں کے پیچھے میں چھپ گئے۔

اب دونوں شیر آمنے سامنے تھے۔ شیر اس سے مخاطب ہوا: ''اے اجنبی! میں جانتا ہوں، تم کس مقصد کے تحت اس جنگل میں آئے ہو، مگر خوب جان رکھو تم اپنے ناپاک ارادوں میں کبھی کام یاب نہ ہو پاؤ گے۔''

وہ مسکراتے ہوئے بولا: ''نہیں تم کچھ نہیں جانتے کہ میں کس مقصد کے تحت یہاں آیا ہوں۔''

''ہمیں خبر ہے۔ تم ہمیں ہلاک کر کے خود اس جنگل پر راج کرنا چاہتے ہو۔ پہلے تم نے ہماری پرانی کچھار پر قبضہ کیا اور اب جنگل پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔''

یہ سن کر نیا شیر چونکا: ''کیا کہا، یہ تمھاری پرانی کچھار ہے؟''

''ہاں! آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ ہماری پرانی کچھار پر ڈیرا جما سکے اور تم نے آتے ہی اس پر قبضہ کر لیا۔''

وہ بولا: ''اس کا مطلب ہے کہ تم شیرو ہو۔''

''شیرو! میرا یہ نام تم کیسے جانتے ہو؟ جب کہ میرے اس نام سے تو کوئی بھی واقف نہیں ہے؟''

وہ بولا: ''تمھارا ایک چھوٹا بھائی بھی تھا جسے تم چھوٹو کہہ کے مخاطب کرتے تھے۔ ہم دونوں اس درخت کے نیچے رہتے اور کھیلتے رہتے تھے، پھر ایک دن کچھ شکاری تمھارے چھوٹو کو اُٹھا کر لے گئے۔ وہ چھوٹو میں ہوں۔''

''کیا؟'' شیر چیخا، ''ہاں! آج میں کتنا خوش ہوں کہ مجھے میرا بچھڑا بھائی مل گیا۔ میرے بھائی! میں بڑی مشکلوں سے ان شکاریوں کے چنگل سے نکلنے میں کام یاب ہوا اور سیدھا اس جنگل میں آ گیا۔ اپنی پرانی کچھار پہنچ کر مجھے یقین تھا کہ تم مجھے ضرور ملو گے۔ آؤ میرے بھائی! میرے گلے لگ جاؤ۔'' یہ کہہ کر وہ تیزی کے ساتھ اپنے بھائی سے گلے ملنے کے لیے لپکا۔ ادھر شیر

کے ساتھی یہ سمجھے کہ اس نے بادشاہ پر حملہ کر دیا ہے۔ اس سے پہلے کہ انھیں حقیقت پتا چلتی، انھوں نے چاروں طرف سے اس پر حملہ کر دیا۔ حملہ اتنا شدید اور اچانک تھا کہ وہ لہولہان ہو گیا۔

بادشاہ یہ دیکھ کر دھاڑا: ''ظالمو! رک جاؤ یہ میرا بھائی ہے۔''

نیا شیر بہت زخمی ہو چکا تھا۔ بادشاہ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس نے خواب میں سچ دیکھا تھا کہ ایک شیر اس کی جانب تیزی سے بڑھ رہا ہے، مگر اس نے خواب کا غلط مطلب سمجھا کہ وہ اسے مارنے کے لیے بڑھ رہا ہے۔ جب کہ وہ تو اسے گلے لگانے کے لیے بڑھا تھا۔ بہت دنوں کے بعد جب اس کا بھائی مکمل صحت یاب ہو گیا تو شیر بادشاہ نے جنگل میں بہت بڑے جشن کا اہتمام کیا اور جب وہ اپنے بھائی کو جنگل کا بادشاہ بنانے کا اعلان کرنے لگا تو اس نے بادشاہ بننے سے انکار کرتے ہوئے کہا: ''میں یہاں بادشاہ بننے نہیں آیا تھا میرے بھائی! تمھاری محبت میرے لیے بادشاہت سے بڑھ کر ہے۔'' ☆

فرض ناشناس

جاوید بسام

اگست کا ایک ابر آلود دن تھا۔ میاں بلاقی کوچوان، تھانے میں پریشان بیٹھا تھا۔ تھانے دار غصے سے کہہ رہا تھا: ''میاں کوچوان! ۹ تاریخ کی دوپہر کو تم نے لیک ویو کے علاقے سے کچھ سامان اُٹھایا تھا؟''

''جی ہاں۔'' بلاقی بولا۔

''وہ کیا چیز تھی؟'' تھانے دار نے پوچھا۔

''کوئی میز یا اس قسم کی کوئی چیز تھی۔ اس پر کپڑا ڈھکا ہوا تھا۔'' بلاقی بولا۔

''وہ ایک پیانو تھا۔'' تھانے دار گرج کر بولا: ''ایک قیمتی پیانو جس پر مشہور

موسیقار ''بتھوون'' نے اپنی مشہور ترین دُھنیں تخلیق کی تھیں۔ وہ چارلس خاندان کی ملکیت تھا۔ چوروں نے اسے وہاں سے چرایا اور تمھاری گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔''

''اچھا، وہ چور تھے؟'' بلاقی تعجب سے بولا۔

''ہاں وہ چور تھے اور تم نے ان کی مدد کی۔'' تھانے دار نے کہا۔

''لیکن گھر کا تالا تو انھوں نے چابی سے کھولا تھا۔'' بلاقی گھبرا کر بولا۔

''تمھیں پتا ہے اس پیانو کی کیا قیمت ہے؟'' تھانے دار نے پوچھا۔

بلاقی نے نفی میں سر ہلایا۔

''ایک لاکھ ڈالر۔'' تھانے دار بولا۔

''چلیں میں آپ کو ان کے گھر لے چلتا ہوں۔'' بلاقی بولا۔

''ہاں وہاں تو ہمیں جانا ہی ہوگا۔'' تھانے دار اُٹھ کھڑا ہوا۔

وہ پولیس وین میں وہاں پہنچے۔ بلاقی نے آٹھویں شاہراہ پر ایک بنگلے کی طرف اشارہ کیا۔ اس کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ وہ اندر داخل ہوئے۔ بلاقی بولا: ''میں نے پیانو اُتار کر یہاں رکھ دیا تھا، پھر اُجرت لے کر رخصت ہوگیا۔''

تھانے دار زمین کا جائزہ لینے لگا۔ بلاقی نے گھر پر نظر دوڑائی، ایسا لگتا تھا وہاں کوئی موجود نہیں۔ پھر اس کی نظر ایک پرانے بورڈ پر پڑی جس پر ''برائے فروخت'' لکھا تھا۔ اس کے منھ سے ایک گہری سانس نکل گئی۔ تھانے دار نے بھی بورڈ دیکھ لیا۔ وہ بولا: ''خوب! وہ لوگ اتنے بے وقوف نہیں تھے۔ انھوں نے پیانو یہاں اُتارا اور جب تم چلے گئے تو اسے کہیں اور لے گئے۔''
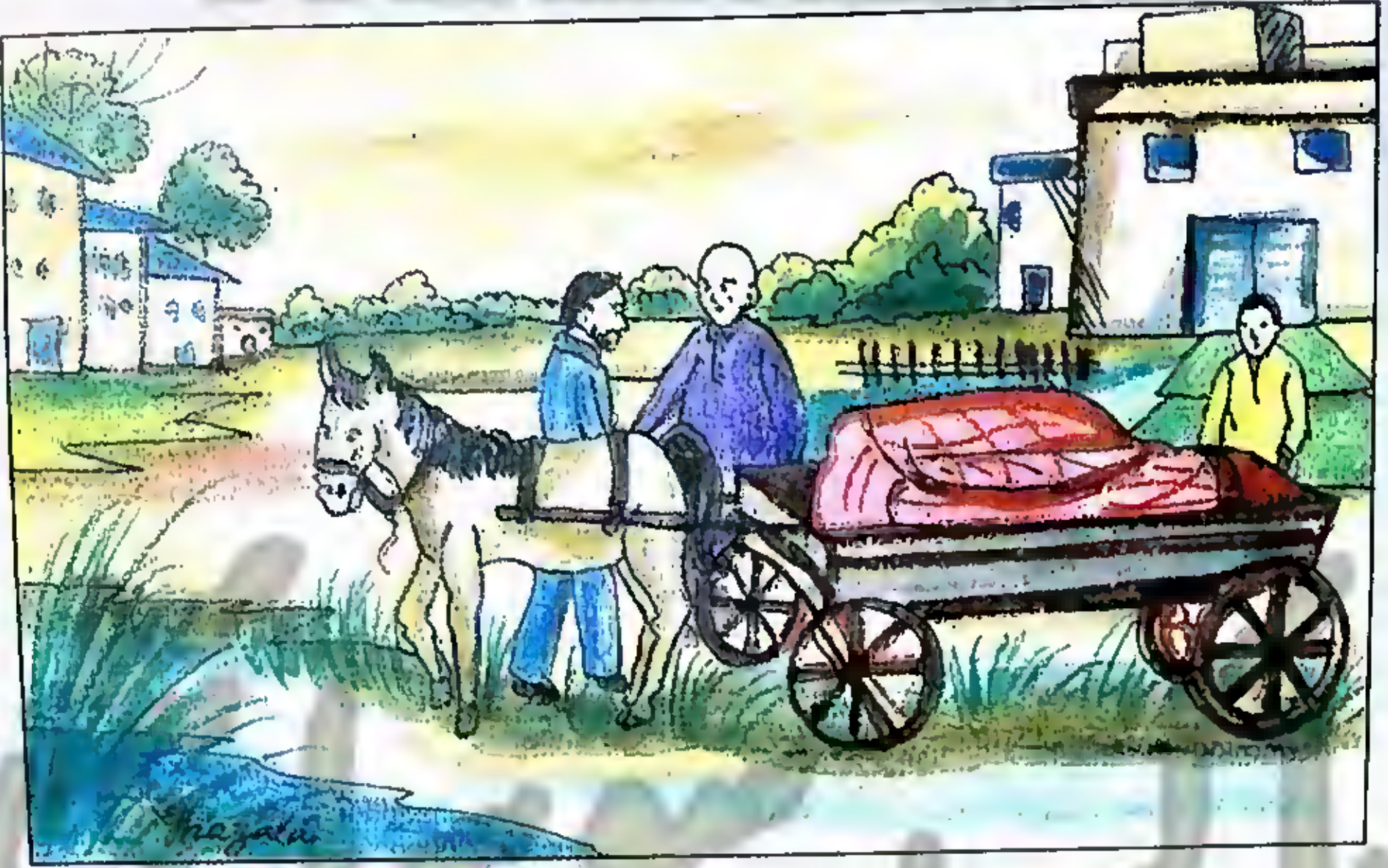
''میرا خیال ہے وہ قریبی کسی گھر میں گئے ہوں گے۔'' بلاقی بولا۔

''اپنا خیال اپنے پاس رکھو، ہم بغیر ثبوت کے کسی کے گھر کی تلاشی نہیں لے سکتے۔'' تھانے دار گرج کر بولا۔

وہ واپس روانہ ہو گئے۔ تھانے پہنچ کر بلاقی کا بیان لیا گیا۔ بلاقی نے بتایا: ''وہ دو آدمی تھے۔ ایک ادھیڑ عمر کا گنجا تھا۔ اس کے گال پر موٹا تِل تھا، جب کہ دوسرا ایک نوجوان تھا۔''

تھانے دار بولا: ''ہم تفتیش شروع کر رہے ہیں۔ تم ایک ہفتے تک قصبے سے باہر نہیں جا سکتے۔''

بلاقی پریشانی سے بولا: ''میری آج ہی ایک کسان سے بات ہوئی ہے۔ اسے آلو کی بوریاں شمالی قصبے بھیجنی ہیں۔''

''نہیں، تم قصبے سے قدم باہر نہیں نکال سکتے۔ یہ میرا حکم ہے۔ اب یہاں سے جا سکتے ہو۔'' تھانے دار نے حکم دیا۔

بلاقی خاموشی سے اُٹھ کر باہر نکل گیا۔ اس کے دوستوں نے جب پابندی کا سنا تو کہنے لگے کہ وہ اپنا کام کرتا رہے، تھانے دار کو پتا نہیں چلے گا، لیکن بلاقی نے کہا کہ وہ قانون کی ہمیشہ پابندی کرتا رہا ہے۔

ایک ہفتے بعد وہ تھانے پہنچا، اسے دیکھ کر تھانے دار کا منھ بن گیا۔ بلاقی بولا: ''جناب! آپ کی تفتیش کہاں تک پہنچی؟''

تھانے دار رعب دار لہجے میں بولا: ''ہم اس پر کام کر رہے ہیں۔ قصبے کا سالانہ میلا بھی شروع ہونے والا ہے، ہمیں اس کے بھی انتظامات کرنے ہیں۔''

''آپ نے ان لوگوں کے خاکے بنوا کر پڑوسیوں کو دکھائے؟'' بلاقی بولا۔

''سراغ رساں بننے کی ضرورت نہیں، ہم جانتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔'' تھانے دار غصے سے بولا۔

بلاقی نے کہا: ''ٹھیک ہے، آپ کا جو دل چاہے کریں، آج میری پابندی ختم ہو گئی۔''

''ہرگز نہیں، تم پر ایک ہفتے کی اور پابندی لگائی جا رہی ہے۔'' تھانے دار گرجا۔

''یہ تو زیادتی ہے، مجھے بتائیں آپ نے پورے ہفتے کیا کام کیا ہے؟'' بلاقی غصے سے بولا۔

''یہ ہم نہیں بتا سکتے۔ تم کوچوان ہو، کوچوان ہی رہو اور اب چلتے پھرتے نظر آؤ۔'' بلاقی مایوسی سے اُٹھ کر باہر نکل گیا۔

بازار میں کسی نے اسے بتایا کہ نیا تھانے دار کُشتی کے مقابلے دیکھنے کا بہت شوقین ہے۔ وہ میلے میں ہونے والے مقابلوں کی تیاری کر رہا ہے۔ آج کل اس کا زیادہ وقت اکھاڑے میں گزرتا ہے۔ بلاقی سوچ میں گم آگے بڑھ گیا۔ کچھ دور چل کر اسے اپنا مصور دوست راجر، اسٹول پر بیٹھا نظر آیا۔ بلاقی کو دیکھ کر وہ چہکا: ''آؤ میاں بلاقی! آج تمھیں بھی اپنی تصویر بنوانے کا خیال آ ہی گیا۔''

وہ کئی دفعہ بلاقی سے تصویر بنوانے کا کہہ چکا تھا۔ بلاقی پھیکی سی ہنسی ہنس کر بولا: ''نہیں میں کسی اور کام سے آیا ہوں۔ مجھے دو لوگوں کے خاکے بنوانے ہیں۔''

جب خاکے بن گئے تو راجر نے پوچھا: ''یہ کون ہیں؟ تم پریشان نظر آ رہے ہو؟''

''یہ چور ہیں۔ ان کی وجہ سے مجھ پر قصبے سے باہر جانے کی پابندی لگ گئی ہے۔'' بلاقی بولا۔

''تم جج صاحب کے پاس جاؤ، وہ تمھیں جانتے ہیں، ضرور مدد کریں گے۔'' راجر نے مشورہ دیا۔

بلاقی بولا: ''نہیں میں کبھی ذاتی کام سے ان کے پاس نہیں گیا۔ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا۔''

''خوب! ان باتوں کی وجہ سے تو میں تمھیں تصویر بنوانے کے لیے کہتا ہوں۔ سنو! تمھاری تصویر بنا کر میرا شمار بھی بڑے مصوروں میں ہونے لگے گا۔'' راجر نے کہا۔

بلاقی جھلا کر بولا: ''میرے چہرے میں کیا ہے؟ ہر محنت کش کا چہرہ ایسا ہی ہوتا ہے۔''

''ہاں، لیکن اکثر ان میں ایمان داری، حوصلہ مندی اور دوسروں کے کام آنے

کا جذبہ نظر نہیں آیا۔ تمھارے چہرے سے ایک روشنی پھوٹتی ہے جو......'' راجر نے کہا۔

''بس بس زیادہ خوشامد نہ کرو۔'' یہ کہہ کر بلاقی وہاں سے اُٹھ کر چل دیا۔ اس نے خاکوں کی اُجرت چپکے سے ایک برش کے نیچے رکھ دی تھی، کیوں کہ راجر ہرگز اس سے پیسے نہیں لیتا۔

راجر چلّایا: ''یقین کرو، یہ بات سچ ہے۔''

بلاقی خاکے لے کر علاقے میں پہنچا اور برابر والے مکان پر دستک دی۔ ایک عورت نے دروازہ کھولا اور غصے سے بولی: ''مجھے کچھ نہیں خریدنا۔''

''معاف کیجیے گا میں کچھ بیچنے نہیں آیا۔''

''پھر کیوں میرا دروازہ بجایا ہے؟ یہاں سے چلتے بنو، تم مجھے شکل سے چور اُچکّے لگتے ہو۔''

بلاقی گھبرا کر بولا: ''میں اپنے کچھ رشتے داروں کی تلاش میں ہوں۔ ان کی شکلیں ایسی ہیں۔'' اس نے جلدی سے خاکے آگے کر دیے۔

''عورت بِھنّا کر بولی: ''یہ کسی کو ڈھونڈنے کا کون سا طریقہ ہے، میں نے انھیں کبھی نہیں دیکھا۔'' اس نے دروازہ زور سے بند کر دیا۔

بلاقی نے آہ بھری اور شرمندہ ہو کر سر کھجانے لگا۔ پہلے گھر میں ہی جھاڑ پڑ گئی تھی۔ ابھی دونوں جانب دس دس گھروں میں بھی جانا تھا۔ آخر وہ ہمت کر کے آگے بڑھا۔ اس نے ہر دروازے پر دستک دی۔ کچھ لوگوں نے ناراضگی سے اور کچھ نے اخلاق سے بات کی، لیکن کوئی بھی خاکوں کو نہیں پہچانا۔ بلاقی بہت تھک گیا تھا، لیکن

اس نے ہمت نہیں ہاری۔ ان میں ایک مکان بالکل بند تھا۔ بلاقی نے نئے عزم کے ساتھ مکان کی تلاشی لینے کا فیصلہ کیا۔ دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ اس نے کھڑکیوں پر قسمت آزمائی۔ وہ بھی بند تھیں، لیکن ایک کھڑکی کا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ ڈال کر چٹخنی کھول لی۔ اندر دھول اور جالے نظر آ رہے تھے۔ بلاقی کو خیال آیا کہ اس طرح کسی کے گھر میں داخل ہونا ٹھیک نہیں، لیکن مجبوری تھی۔ وہ اُچھل کر کھڑکی پر چڑھا اور اندر اُتر گیا، لیکن کوئی سراغ نہیں ملا۔ آخر مایوس ہو کر باہر آیا اور سوچ میں گم چلتا ہوا پچھلے حصے میں نکل آیا۔ پچھلی دیوار کے ساتھ درختوں کا ایک جھنڈ تھا، جس سے مکان کا ایک حصہ چھپ گیا تھا۔ دیواروں پر بیلیں بھی چڑھی تھیں۔ بلاقی درختوں کے درمیان سے آگے بڑھا۔ وہاں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اچانک اسے ایک درخت کے پیچھے دیوار میں ایک چھوٹا دروازہ نظر آیا۔ اس نے پُر خیال انداز میں گردن ہلائی۔ دروازے پر مٹی جمی ہوئی تھی۔ لگتا تھا عرصے سے بند ہے۔ بلاقی زمین کا جائزہ لینے لگا۔ آخر اسے ایک تازہ نشان نظر آیا۔ ایسا لگتا تھا کسی نے دروازہ کھولا ہے۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے بیلیں اور پتے ہٹائے اور دروازہ کھول کر پچھلی گلی میں نکل آیا۔ وہ ساتویں شاہراہ تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ چور وہیں کہیں چھپے ہوئے ہیں۔ وہ کچھ دیر گلی کا جائزہ لیتا رہا پھر واپس لوٹ گیا۔

اگلے دن بلاقی صبح سویرے ہی وہاں چلا آیا اور ایک گھر کے باہر گھنی جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ وہ ایک موٹی چادر بھی ساتھ لایا تھا۔ گلی میں ابھی سناٹا تھا۔ اسی وقت ایک سبزی فروش آواز لگاتا ہوا آیا۔ کچھ لوگوں نے اس سے سبزی خریدی۔

بلاقی انھیں غور سے دیکھ رہا تھا۔ جھاڑیوں میں چھپنا آسان نہیں تھا۔ موٹی چیونٹیاں اور گرگٹ اِدھر اُدھر بھاگتے پھر رہے تھے۔ پھر ایک خوف ناک کتا بھی آ نکلا۔ بلاقی نے جلدی سے اپنے اوپر چادر ڈال لی اور زمین سے چپک گیا۔ کتا کچھ دیر اس کے قریب رکا رہا، پھر بھونک کر آگے بڑھ گیا۔ بلاقی پھر نگرانی کرنے لگا۔ لوگ اب اپنے کاموں پر جانے لگے تھے۔ بلاقی انھیں غور سے دیکھ رہا تھا۔ آخر وہ کام یاب ہوا، تیسرے گھر سے وہ گنجا آدمی موٹر سائیکل پر باہر نکلا اور تیزی سے روانہ ہو گیا۔ بلاقی نے خدا کا شکر ادا کیا اور تھانے کی طرف چل دیا۔

بلاقی تھانے پہنچا تو وہاں تھانے دار میٹنگ میں مصروف تھا۔ بلاقی ایک گھنٹے تک انتظار کرتا رہا۔ آخر تھانے دار باہر آیا۔ بلاقی نے کہا: ''میں نے چوروں کا سراغ لگا لیا ہے۔''

تھانے دار نے حقارت سے اسے دیکھا اور بولا: ''میرے پاس ابھی بالکل وقت نہیں ہے۔'' یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔

بلاقی نے افسوس سے گردن ہلائی اور بڑبڑایا: ''دوست! تم اپنا کام کرنا چاہتے ہی نہیں۔''

وہ کوئی ترکیب سوچتے ہوئے گھر لوٹ رہا تھا کہ راستے میں اسے اپنا ایک کوچوان دوست نظر آیا۔ وہ دوسرے قصبے میں کام کرتا تھا۔ بلاقی اسے دیکھ کر چونک اُٹھا۔ اس نے کوچوان کو چاے کی دعوت دی۔ دونوں چاے خانے میں آ بیٹھے۔ اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد بلاقی نے اس کے وہاں آنے کا سبب پوچھا۔ وہ بولا: ''یہاں سے کچھ سامان لے کر جانا ہے۔ ایک آدمی نے مجھے بلایا ہے۔ اس کا کہنا ہے

کہ اس قصبے کے کوچوان بے ایمان ہیں۔ ٹھیک طرح کام نہیں کرتے۔''

''ہاں میں سمجھ گیا۔ وہ ایک گنجا آدمی ہے۔ اس کے منھ پر تِل ہے اور وہ ساتویں شاہراہ پر رہتا ہے۔'' بلاقی نے ہوا میں تیر چھوڑا۔

''ہاں، لیکن تم اسے کیسے جانتے ہو؟'' کوچوان نے پوچھا۔

بلاقی پُر جوش لہجے میں بولا: ''وہ کچھ دن پہلے ایک کوچوان سے جھگڑ رہا تھا۔ میں نے بیچ بچاؤ کرایا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں اب تم لوگوں سے کام نہیں کراؤں گا۔''

''اچھا، اسی لیے اس نے مجھے بلایا ہے۔'' کوچوان نے کہا۔

بلاقی نے پوچھا: ''ہاں، تم کب اس کا کام کرو گے؟''

کوچوان نے کہا: ''کل صبح دس بجے۔''

''ٹھیک ہے کل سے میلا بھی شروع ہو رہا ہے، راستے پر بہت ہجوم ہوگا۔ تم بگھی ذرا دھیان سے چلانا۔'' بلاقی بولا، پھر وہ وہاں سے اُٹھ گیا۔

دوسرے دن وہ پھر جھاڑیوں میں چھپا بیٹھا تھا۔ وہ اپنے ساتھ ایک لمبا ڈنڈا بھی لایا تھا۔ دس بجے بلاقی کے دوست کی بگھی گلی میں داخل ہوئی اور تیسرے گھر کے آگے آکر رک گئی۔ بلاقی تیار ہو گیا۔ دروازہ کھلا اور وہ دونوں چور کپڑے میں لپٹا پیانو باہر نکال لائے۔ وہ تیزی سے بگھی کی طرف بڑھ رہے تھے کہ بلاقی اُچھل کر جھاڑیوں سے باہر آ گیا اور چلّا کر بولا: ''رکو دوستو! ایسی بھی کیا جلدی ہے؟''

وہ اس کی آواز سن کر اُچھل پڑے۔ بلاقی ڈنڈا لہراتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ان کے منھ حیرت سے کھلے تھے۔ پھر وہ چونکے اور دونوں نے مل کر بلاقی پر

حملہ کیا۔ بلاقی لاٹھی چلانا جانتا تھا۔ وہ تیزی سے ڈنڈا گھمانے لگا۔ وہ دونوں بلاقی کے نزدیک نہیں آپا رہے تھے۔

بلاقی بولا: ''تم لوگوں کی وجہ سے میں نے بہت پریشانی اُٹھائی، اب تم بھی تھوڑی تکلیف برداشت کرو۔''

ڈنڈا گھوم کر گنجے کے سر پر لگا، وہ چکرا کر گر گیا، پھر لڑکے کا بھی یہی حشر ہوا۔ بلاقی، کوچوان سے بولا: ''دوست میں تمھارا نقصان پورا کروں گا۔ انھیں باندھنے میں میری مدد کرو۔''

دونوں نے مل کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھے اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اُدھر تھانے کے باہر اخباری نمائندے بھی موجود تھے۔ انھیں بلاقی نے خط کے ذریعے سے بلایا تھا، لیکن تھانے دار غائب تھا۔ وہ انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد تھانے دار آ پہنچا اسے پتا چل گیا تھا کہ پیانو کے چور پکڑے گئے ہیں، لیکن اخباری نمائندوں کو دیکھ کر اس کا منھ لٹک گیا۔ وہ سارے راستے پلان بناتا آیا تھا کہ کس طرح اس کامیابی کو اپنے کھاتے میں ڈالے گا۔ بلاقی کو وہ دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکنا چاہتا تھا۔ خیر سب اندر داخل ہوئے۔ بلاقی نے بتایا کہ اس نے چوروں تک پہنچنے کے لیے کیا کیا پاپڑ بیلے۔ وہ اخباری نمائندوں سے مخاطب تھا۔ تھانے دار منھ لٹکائے بیٹھا تھا۔ بلاقی نے کہا: ''دوستو! ان چوروں تک پہنچنا کچھ مشکل نہیں تھا، لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ آدمی اپنے کام سے مخلص ہو اور اپنے فرض کو ٹھیک طرح ادا کرے۔''

چوروں نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا۔ انھوں نے بتایا کہ پیانو کا سودا ہو چکا تھا۔

جیسے ہی وہ دوسرے قصبے میں پیانو پہنچاتے، انھیں پیسے مل جاتے۔ اخباری نمائندے بلاقی سے سوالات کر رہے تھے، جن کا جواب وہ خوشی خوشی دے رہا تھا۔ پھر وہ جھک کر بولا: ''جناب تھانے دار صاحب! بچپن میں مجھے موسیقی کا بہت شوق تھا۔ میں نے سیکھی بھی تھی۔ کیا آپ مجھے اس عظیم پیانو پر ایک دھن بجانے کی اجازت دیں گے؟''

تھانے دار غصے سے اسے دیکھنے لگا۔

کوئی بولا: ''بلاقی! تم اس پر کیسی دُھن بجانا چاہتے ہو؟''

بلاقی بولا: ''میں ان فرض شناس لوگوں کو خراجِ تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں، جو کبھی اپنے فرض سے غافل نہیں ہوتے تھے، افسوس آج وہ ہم میں موجود نہیں ہیں۔''

لوگ اس کے طنز کو سمجھ کر مسکرانے لگے۔ تھانے دار کا منھ کچھ اور لٹک گیا تھا۔ پھر سب وہاں سے اُٹھ گئے۔ چوروں کو جیل بھیج دیا گیا تھا۔

اگلے دن تھانے دار کو اعلا حکام کی جانب سے ایک خط موصول ہوا، جس میں اسے سخت ڈانٹ ڈپٹ کی گئی تھی، ساتھ ہی تبادلے کے احکامات بھی تھے اور اس کا عہدہ بھی کم کر دیا گیا تھا۔ ایک خط میاں بلاقی کو بھی ملا تھا۔ جس میں اس کی خوب تعریف کی گئی تھی۔ ساتھ ہی اسے پیش کش کی گئی تھی کہ اگر وہ چاہے تو اسے خفیہ پولیس میں عہدہ دیا جا سکتا ہے۔ خط پڑھ کر بلاقی ہنس پڑا۔ اس نے جواب میں لکھا تھا: ''جناب! میں پیدائشی کوچوان ہوں، میرا باپ بھی ایک کوچوان تھا۔ مجھے اپنا کام بہت پسند ہے آپ کی پیش کش کا شکریہ۔''

☆☆☆

کتاب سے پیار

ضیاء الحسن ضیا

پیارے بچو! دنیا میں ہوتا ہے نام کتابوں سے

سچ ہے دیکھو بن جاتا ہے بگڑا کام کتابوں سے

پڑھنے والے سارے جہاں میں اُونچا رتبہ پاتے ہیں

پچھتاتے ہیں آخر وہ جو پڑھے بِنا رہ جاتے ہیں

علم جو حاصل کرلو گے تو اُلجھن حل ہو جائے گی

بچو! کتابوں ہی کی روشنی تم سب کے کام آئے گی

دُنیا بھر کی معلومات کتابوں ہی سے ہوتی ہے

اک اک حرف سمجھ کر پڑھنا، اک اک حرف ہی موتی ہے

جس کو کتابوں سے ہے اُلفت، عالم وہ بن جاتا ہے

دنیا بھر میں بہت ہی اچھا آدمی وہ کہلاتا ہے

ضیاؔ کتابیں پڑھتے رہنا، ذہن کُشادہ ہوتا ہے

منزل تک جانے کے لیے روشن اک جادہ ہوتا ہے

علم دریچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیے اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

سورۃ الکوثر

مرسلہ : افراح سجاد، راولپنڈی

سورۃ الکوثر قرآن حکیم کی سب سے چھوٹی سورت ہے جب کہ سورۃ البقرہ سب سے بڑی سورت۔ اس سورت میں نبی کریمؐ پر اللہ کے فضل و انعامات کا بیان ہے۔ آپؐ کے صاحب زادہ کے انتقال پر کفار نے آپؐ کو بے نام و نشان ہونے کا طعنہ دیا۔ اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں آپؐ کے دشمنوں کے بے نام و نشان ہونے کی خبر دی گئی ہے اور آپؐ کو اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے نماز اور قربانی کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

مرسلہ : عائشہ محمد خالد قریشی، سکھر

حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دن ڈھلے میں نے ایک بچے کو دیکھا جو شمع ہاتھ میں لے کر جا رہا تھا۔ میں نے اسے روک کر پوچھا ''بیٹے ! تم بتا سکتے ہو یہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے؟''

لڑکے نے میرا سوال سنتے ہی پھونک مار کر شمع بجھا دی اور کہا: ''کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ روشنی کہاں چلی گئی؟ تو میں بتا دوں گا کہ روشنی کہاں سے آ رہی تھی۔''

خواجہ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ میں اس لڑکے کا جواب سن کر لاجواب ہو گیا۔

علامہ اقبال اور بدنما مکان

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، کراچی

۱۹۲۲ء میں اقبال ایک کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ مکان بدنما اور خستہ حالت میں تھا۔ کرایہ بھی پورے دو سو روپے، جو کہ اس زمانے میں بہت زیادہ تھا۔

دوستوں میں کسی نے آپ سے کہا: ''حضرت! یہ مکان کسی بھی وقت گر سکتا ہے۔''

علامہ اقبال نے اس شخص کی بات اطمینان سے سنی اور جواب دیا: ''ہاں! یہ مکان میری دعاؤں سے قائم ہے۔''

پوچھا گیا: ''آپ اتنا کرایہ بھی دیتے ہیں اس مکان کا، اسی کرائے میں اس سے بہتر مکان مل سکتا ہے۔''

اقبال نے جواب دیا: ''خوب! آپ ٹھیک کہتے ہیں، لیکن آپ کو نہیں معلوم کہ یہ مکان ایک ہندو بیوہ کا ہے، جس کے بچوں کی گزر اوقات اسی مکان کے کرائے پر ہے اور مجھے یہ مکان خالی کرنے یا کرایہ کم کروانے میں شرم آتی ہے۔''

علامہ اقبال قائد اعظم کی نظر میں

مرسلہ : زینب ناصر، فیصل آباد

ایک موقع پر قائد اعظم نے کہا کہ علامہ اقبال نے آپ کے سامنے ایک واضح اور صحیح راستہ رکھ دیا ہے، جس سے بہتر کوئی دوسرا راستہ نہیں ہو سکتا ہے۔

علامہ اقبال دورِ حاضر میں اسلام کی بہترین تشریح کرتے تھے، کیوں کہ اس زمانے میں ان سے بہتر اسلام کو کسی نے نہ سمجھا۔ مجھے فخر حاصل ہے کہ ان کی قیادت میں ایک سپاہی کی حیثیت سے کام کرنے کا موقع ملا۔ میں نے ان سے زیادہ وفادار، رفیق و اسلام کا شیدائی نہیں دیکھا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

مرسلہ : زین علی، بھٹائی کالونی، کراچی

☆ بچھو اپنی ماں کو مار کر پیدا ہوتا ہے۔

☆ نیوزی لینڈ میں سانپ نہیں پائے جاتے۔

☆ کتے کو سرخ اور سبز رنگ نظر نہیں آتا۔

☆ سفید ہاتھیوں کی زمین تھائی لینڈ کو کہتے ہیں۔

☆ اصلی ہیرا پانی میں نظر نہیں آتا۔

☆ ''مدینۃ الاولیاء'' پاکستان کے شہر ملتان کو کہتے ہیں۔

میری گڑیا

مرسلہ : مناہل فاطمہ، حیدرآباد

میری گڑیا دیکھیں آپ
نام نہ اس کا پوچھیں آپ
نیلی آنکھیں ، بھورے بال
ہونٹ گلابی ، گورے گال
گردن پتلی ، چھوٹی ناک
سبز دوپٹہ ، سُرخ فراک
سینڈل اس کی واہ جی. واہ
اونچی ایڑھی ، رنگ سیاہ
مجھ پر رکھ کر اپنا ہاتھ
رات کو سوئے میرے ساتھ

ماضی۔حال۔مستقبل

مرسلہ : اریبہ انصاری، کراچی

ماضی نے چپکے سے انسان سے کہا: ''تُو مجھے یاد کر میں تیری زندگی بنا دوں گی۔''

حال نے کہا: ''تُو ماضی اور مستقبل کو چھوڑ اور یہ مت سوچ کہ کل کیا ہوگا، یہ دیکھ آج کیا ہو رہا ہے۔

مستقبل نے زور دے کر کہا: ''تُو یہ خیال نہ کر کہ کل تُو نے کیا، کیا تھا اور آج تُو نے کیا کیا ہے۔ آج کی زندگی تو گزر جائے گی تُو کل کی سوچ اور ایسا عمل کر کہ میں تیرے لیے روشن ہو جاؤں۔

عقل نے انسان کو اُلجھنوں سے نکالتے ہوئے کہا: ''اے انسان اگر تُو کامیابی چاہتا ہے تو تینوں کو پیشِ نظر رکھ کر زندگی گزار۔''

سنہرے حروف

مرسلہ : روبینہ ناز، کراچی

شاہ عبداللطیف بھٹائی کہتے ہیں:
''اگر کسی کے ساتھ دفا کرنی ہو تو ساحل پر لگی گھاس کی طرح کرو۔ جب بھی کوئی ڈوبتے ہوئے اس کا سہارا لے تو وہ اس کو بچا لیتی ہے۔ یا خود بھی کنارا چھوڑ کر ساتھ ڈوب جاتی ہے۔''

زہر

تحریر : مشتاق احمد یوسفی

مرسلہ: فاکہہ عباسی، ناظم آباد، کراچی

سانپ کا زہر کینچلی میں اور بچھو کا دُم میں ہوتا ہے۔ بھڑ کا زہر ڈنک میں ہوتا ہے اور پاگل کتے کا زہر زبان میں ہوتا ہے۔ انسان واحد حیوان ہے جو اپنا زہر دل میں رکھتا ہے۔

مشتاق احمد یوسفی کی کتاب "آب گم" سے

چاند

مرسلہ : ارسلان اللہ خان، حیدرآباد

چاند نظام شمسی کا ایک اہم رکن ہے۔ چاند زمین کا سب سے قریبی سیارہ ہے۔ یہ زمین سے تقریباً دو لاکھ چالیس ہزار میل کے فاصلے پر خلا میں گردش کر رہا ہے۔ اس کا قطر دو ہزار ایک سو ساٹھ میل ہے۔ یہ سوج کی روشنی میں چمکتا ہے اور اس کی چمک کا عکس زمین پر پڑتا ہے، جس کی وجہ سے زمین پر بھی روشنی ہو جاتی ہے۔ چاند کے بڑھنے اور کم ہونے کی وجہ سے اس کی روشنی میں بھی فرق پڑتا رہتا ہے۔

دوست

مرسلہ : نورالھدیٰ اشفاق، میر پور خاص

☆ جب کوئی انسان کسی سے دوستی کرتا ہے تو گویا وہ دوست کا محافظ بن جاتا ہے۔

☆ نا قابلِ اعتماد دوست سے تنہائی بہتر ہے۔

☆ فضول بحث بہترین دوست سے جدا کر دیتی ہے۔

☆ تمھارا عیب بتانے والا تمھارا حقیقی دوست ہے۔

☆ دوست کی محبت آزمانے کے بجائے اپنی محبت آزماؤ، جو اپنے دوست کو چھوڑتا ہے وہ دشمن کو قوت دیتا ہے۔

☆☆☆

ایک صاحب فرانس سے لوٹے تو خوب مزے لے کر اپنے دوستوں کو فرانس کی باتیں سنائیں۔ ان کے ایک دوست نے پوچھا: ''یہ بتایئے کہ آپ کو فرانسیسی نہ جاننے کی وجہ سے کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔''

انھوں نے کہا: ''نہیں مجھے تو کوئی پریشانی نہیں ہوئی، البتہ جن لوگوں نے مجھ سے بات چیت کی ان کو بہت تکلیف ہوئی۔''

مرسلہ : لوبیٰ نور محمد، مری

مریض: ڈاکٹر سے: ''ڈاکٹر صاحب! آپ نے جو دوا لکھ کر دی تھی وہ کہیں نہیں مل رہی؟''

ڈاکٹر: ''اوہ! میں دوا تو لکھنا ہی بھول گیا، یہ تو میرے دستخط ہیں۔''

مرسلہ : عبدالرحمٰن، حیدر آباد

ایک انجینئر گلگت کے علاقے میں سڑک بنانے کے کام کی نگرانی کر رہا تھا۔ سردی کا موسم تھا۔ برف گر رہی تھی۔ یکایک انجینئر نے افسر سے کہا: ''سر! مجھے اپنا کوٹ لینے جانا ہے۔''

افسر نے پوچھا: ''کوٹ آپ کہاں چھوڑ آئے ہیں؟''

انجینئر نے کہا: ''کراچی میں۔''

مرسلہ : زینب ناصر، فیصل آباد

ایک عورت نے ڈاکٹر سے فون پر کہا: ''ڈاکٹر صاحب! میرے شوہر کے گلے میں سلائی مشین کی سوئی پھنس گئی ہے۔ پلیز جلدی سے آئیں۔''

ڈاکٹر: ''گھبرانے کی بات نہیں۔ میں پانچ منٹ میں آتا ہوں۔''

دو منٹ بعد عورت نے ڈاکٹر کو دوبارہ فون کیا: ''ڈاکٹر صاحب! اب آنے کی تکلیف نہ کریں، مجھے دوسری سوئی مل گئی ہے۔''

مرسلہ : محمد اسماعیل عبدالرشید، کراچی

ایک چڑیل بیوٹی پارلر گئی اور بال درست کرنے کے لیے کہا۔

بیوٹیشن نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا: ''بعد میں آنا، ابھی وقت نہیں ہے۔''

چڑیل نے کہا: ''اپنا سر یہیں رکھ کر جا رہی ہوں۔ بال کاٹ دینا۔ سر بعد میں آ کر لے جاؤں گی۔''

یہ سن کر بیوٹیشن نے چڑیل کی طرف دیکھا اور بے ہوش ہو گئی۔

مرسلہ : ماہ نور ابرار، اٹک

☺ ایک سیلز مین نے ایک لڑکی کو سینڈل کی قیمت پانچ سو روپے بتائی، مگر لڑکی کے پاس صرف تین سو روپے تھے۔ لہٰذا اس نے وہی روپے سیلز مین کو دیے اور کہا: ''باقی دو سو روپے کل آ کر دے دوں گی۔'' سیلز مین نے روپے لے کر سینڈل کا ڈبا لڑکی کے حوالے کر دیا اور وہ چلی گئی۔

دکان کے مالک نے سیلز مین پر غصہ کرتے ہوئے کہا: ''تم بہت بے وقوف ہو، اب وہ کبھی نہیں آئے گی۔''

سیلز مین نے مسکراتے ہوئے کہا: ''وہ ضرور آئے گی، میں نے اسے دونوں جوتے بائیں پیر کے دیے ہیں۔''

مرسلہ : مہک اکرم، لیاقت آباد

☺ خاتون نے دکان میں سوئٹر کو اُلٹ پلٹ کر دیکھنے کے بعد پوچھا: ''کیا اسے بارش میں بھی پہن سکتے ہیں؟''

''کیوں نہیں!'' سیلز مین نے کہا: ''سویٹر بھیڑ کی اون سے بنایا گیا ہے۔ آپ نے کبھی کسی بھیڑ کو بارش میں چھتری لے کر جاتے نہیں دیکھا ہوگا؟''

مرسلہ : وجیہ متین، نارتھ کراچی

☺ ایک صاحب پچاس سال سے گاؤں میں ایک ہی مکان میں رہ رہے تھے۔ ایک روز وہ اچانک برابر میں خالی ہونے والے مکان میں منتقل ہو گئے۔ گاؤں کا اکلوتا اخباری رپورٹر وجہ پوچھنے کے لیے ان کے پاس جا پہنچا۔

''بس کیا بتاؤں۔'' وہ صاحب ٹھنڈی سانس لے کر بولے۔ ''خانہ بدوشی کی عادت مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔''

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری ٹاؤن

😊 کلاس میں استاد نے شاگرد سے کہا: ''تمھاری پتلون کی ایک جیب میں ایک ہزار روپے اور دوسری جیب میں دو ہزار روپے ہوں تو تمھارے پاس کل کتنے روپے ہوئے؟''

طالب علم نے گھبرا کر جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا: ''کہیں میں ابو کی پتلون تو نہیں پہن کر آ گیا۔''

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، لیاری ٹاؤن

😊 ایک آدمی کراچی سے پشاور جا رہا تھا۔ راستے میں بس رُکی۔ وہ پانی لینے چلا گیا۔ اتنے میں دوسری بس آ گئی جو پشاور سے کراچی جا رہی تھی۔ وہ اس بس کی چھت پر بیٹھ گیا۔ اس نے نیچے کھڑکی میں بیٹھے ایک آدمی سے پوچھا: ''کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا کراچی۔''

وہ کہنے لگا: ''واہ سائنس نے کتنی ترقی کر لی ہے۔ نیچے والے کراچی جا رہے ہیں اور اوپر والے پشاور۔''

مرسلہ : رملہ ریحاب، بہاول پور

😊 شادی کی ایک تقریب میں جن آ گیا، جہاں خواتین بیٹھی تھیں۔ جن کو دیکھتے ہی خواتین کی چیخیں نکل گئیں۔ ایک بزرگ خاتون نے ان سے وضو کرنے کے لیے کہا۔ خواتین وضو کر کے آئیں تو جن کی چیخیں نکل گئیں۔

مرسلہ : حفصلہ محمد طاہر قریشی، نواب شاہ

😊 دو عورتیں پیڑ کے نیچے بیٹھی بہت دیر سے باتیں کر رہی تھیں۔ اچانک پیڑ سے ایک آم نیچے گر پڑا۔ ایک عورت حیران ہو کر بولی: ''جنوری کے مہینے میں آم؟''

آم چڑ کر بولا: ''تمھاری باتیں سن سن کر پک گیا ہوں۔''

مرسلہ : مریم عبدالرب، جگہ نا معلوم

😊 مالک مکان (کرائے دار سے): ''آپ کے بیٹے نے اس کمرے کی ساری دیواریں پنسل سے خراب کر دی ہیں۔''

کرائے دار: ''آپ ہی نے تو کہا تھا کہ یہ ڈرائنگ روم ہے۔''

مرسلہ : اسفندیار، نواب شاہ

☆☆☆

نونہال مصور

مریم سہیل، کراچی

حذیفہ وسیم، سکھر

محمد حسان رضا خان، واہ کینٹ

فاریہ صہیب، ناظم آباد

عنبر کامران، اورنگی ٹاؤن

سیدہ اریبہ بتول، لیاری

تصویر خانہ

عبدالصمد خانزادہ، سکرنڈ

مصطفیٰ میر، گلستان جوہر

ارہام اللہ خان، حیدر آباد

فرحان علی تنیو، میر پور ماتھیلو

محمد ابراہیم، رحیم یار خان

صمنہ رشید، کراچی

آمنہ رشید، کراچی

سارہ رشید، کراچی

بلاعنوان انعامی کہانی

محمد شاہد حفیظ

اس مکان میں داخل ہونا، اس کے لیے بہت آسان ثابت ہوا۔ یہاں کوئی اناڑی چور بھی آسانی سے گھس سکتا تھا۔ مکان کی ایک کھڑکی کھلی تھی۔ وہ اُچھل کر کھڑکی پر چڑھا اور اندر جھانکنے لگا۔ اس کی آنکھیں چند لمحوں میں کمرے کے اندھیرے سے مانوس ہوگئیں۔ وہ احتیاط سے اندر کود گیا۔ یہ خواب گاہ تھی۔ وہ دبے قدموں آگے بڑھا اور چھوٹی سی ٹارچ سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اسے اپنے مطلب کی کوئی چیز نظر نہیں آئی۔ وہ دوسرے کمرے میں آ گیا۔ اتفاق سے دوسرے کمرے کا دروازہ بھی بند نہیں تھا۔ یہاں اسے ایک الماری دکھائی دی۔ اس نے ہینڈل گھمایا،

لیکن الماری میں تالا لگا ہوا تھا۔ وہ ابھی اس میدان میں نیا تھا، لیکن اس نے اپنی چوری کی ابتدا ماہرانہ انداز میں کی تھی۔ اس کا اصول تھا کہ جس گھر میں چوری کرو، پہلے الماریوں کی تلاشی لو، پھر کسی اور چیز پر نظر ڈالو۔ وہ الماری کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ تالا خاصا پیچیدہ معلوم ہوتا تھا۔ خاصی مشقت کے بعد بھی نہ کھلا۔ اس کی پیشانی بھیگ گئی۔ اس سے پہلے اسے کوئی الماری کھولنے میں اتنی دِقّت نہ ہوئی تھی، مگر وہ ایک ماہر کاری گر تھا۔ اس نے پیشانی سے پسینا پونچھا اور دوبارہ کام میں مصروف ہو گیا۔

اس نے ہمت ہارنا نہیں سیکھا تھا۔ اس کی محنت رائیگاں نہیں گئی اور تالا ایک ہلکی سے کلک کے ساتھ کھل گیا۔ اس نے ہینڈل گھمایا تو الماری آرام سے کھل گئی۔ الماری کھلتے ہی اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ سامنے ایک سنہرے رنگ کا ڈبا موجود تھا۔ یقیناً اس میں زیورات ہوں گے۔ اس نے اپنے کندھے سے لٹکا بیگ اُتارا...... اور زیورات کا ڈبا بیگ میں ڈال دیا۔ الماری کے اندر ایک چھوٹی سی دراز تھی، وہ بھی ایک دو بار کوشش کرنے سے کھل گئی۔ دراز میں موجود نوٹوں کی گڈیاں دیکھ کر تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آج کی رات اتنی اچھی ثابت ہوگی۔ وہ دل ہی دل میں خود کو شاباش دے رہا تھا۔ نوٹوں کی تمام گڈیاں اس نے اپنے بیگ میں ڈال لیں، جس سے اس کے بیگ کا وزن کئی گنا بڑھ گیا۔ وہ زیادہ لالچی بھی نہیں تھا۔ جو کچھ آسانی سے ہاتھ لگتا، اسی پر ہی اکتفا کر لیتا اور آج تو بہت کچھ ہاتھ لگ گیا تھا۔ پھر بھی اس کے دل میں مزید تلاشی کا خیال آیا۔ ابھی کمرے میں بہت کچھ

مل سکتا ہے مجھے کچھ دیر اور ٹھیرنا چاہیے۔ دل سے ایک آواز آئی، مگر اس نے اپنے دل و دماغ پر لالچ کو حاوی نہ ہونے دیا اور وہ بیگ دوبارہ کندھے پر ڈال کر مڑا۔ ابھی وہ ایک قدم ہی چلا تھا کہ کمرہ یکا یک روشنی سے نہا گیا۔ سارے بلب ایک ساتھ جل اُٹھے تھے۔ ساتھ ہی ایک آواز سنائی دی: ''کون ہو تم؟ اور اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟''

وہ جم کر رہ گیا۔ دل کی تیز ہوتی دھڑکن اسے صاف سنائی دینے لگی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ اس کی دونوں ٹانگیں ناکارہ ہو گئی ہوں۔ اس نے آواز کی سمت دیکھا۔ کمرے کے دروازے پر ایک بڑی عمر کی عورت کھڑی تھی اور اس کے ہاتھ میں ایک پستول بھی تھا، جس کا رُخ اسی کی طرف تھا۔

''تم یہاں کس طرح داخل ہوئے؟'' عورت نے تیز لہجے میں کہا۔ ان الفاظ نے اسے بُری طرح ہلا کر رکھ دیا تھا۔ شاید وہ گھر میں اکیلی تھی۔ چند قدم اندر آ کر اس نے دوبارہ کہا: ''تم اپنے متعلق کچھ بھی کیا سکتے ہو؟ میرا خیال ہے کہ میں پولیس کو بلالوں۔'' وہ فون کی طرف بڑھی۔

''نہیں، یہ نہ کیجیے......'' اس نے مضبوط لہجے میں بات کرنی چاہی، لیکن اسے اپنی آواز ایسی لگی جیسے کوئی خوف زدہ شخص گھگھیا رہا ہو۔

''کیوں نہیں؟'' وہ عورت بھنا گئی: ''کیا میں نے تمھیں رنگے ہاتھوں نہیں پکڑا...... کیا تم انکار کر سکتے ہو؟''

''نہیں...... آپ میرا مطلب نہیں سمجھیں۔'' اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

''میں کیا نہیں سمجھی؟'' عورت تیز لہجے میں بولی۔

''مم...... میرا مطلب یہ ہے کہ میں دراصل ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ میری مالی حالت بہت خراب ہے۔'' وہ اپنی بات مؤثر انداز میں بیان کرنا چاہتا تھا۔ اس کا ذہن بھاری بھرکم الفاظ ڈھونڈنے لگا: ''مجھے اس مجرمانہ حرکت پر میرے خراب مالی حالات نے مجبور کیا ہے۔''

وہ دھیرے سے مسکرائی: ''یہ ایک سیاسی بیان ہے۔ شاید تم نے ٹی وی پر سیاست دانوں کی تقریریں بہت سنی ہیں۔''

یہ اچھی بات تھی کہ اس نے ابھی تک ٹیلے فون کو ہاتھ نہیں لگایا تھا، لیکن اس کے

پستول کا رُخ چور کی طرف تھا۔

وہ بولا: ''یقین کیجیے...... میں نے ملازمت حاصل کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن ملازمت نہیں مل سکی۔ آپ جانتی ہیں کہ بے روزگاری کتنی ظالم چیز ہے۔ میں کوئی چھوٹا موٹا کاروبار بھی شروع نہیں کر سکتا۔ میں اصل میں موٹر مکینک ہوں، میں چور نہیں بننا چاہتا تھا۔ سوچا تھا، چند گھروں میں چوری کر کے کچھ رقم حاصل ہو گی تو چوری سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لوں گا اور کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کروں گا۔'' اس نے ہاتھ ملتے ہوئے مزید کہا: ''ہاں، ایک بات اور ہے میں غریبوں کے ہاں چوری نہیں کرتا۔ صرف امیروں کی کوٹھیوں پر جاتا ہوں، خصوصاً آپ جیسے امیروں کی کوٹھیوں پر۔ آپ لوگ نقصان برداشت کر سکتے ہیں، غریب نہیں کر سکتا۔''

''نقصان تو نقصان ہی ہوتا ہے، غریب کا ہو یا امیر کا۔ اسے کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔'' عورت نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ کچھ دیر عورت کی طرف دیکھتا رہا، پھر اس نے سر جھکا لیا۔ عورت کے تیور خطرناک معلوم نہیں ہوتے تھے، لیکن سوال و جواب کا مقصد بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

''کیا تم واقعی کوئی کام شروع کرنا چاہتے ہو؟'' عورت نے نرم لہجے میں کہا۔

''بالکل...... بالکل......'' اس کے مردہ چہرے پر تازگی پھیل گئی: ''میں موٹروں کا کام خوب جانتا ہوں۔ اس کے علاوہ گاڑیوں انجنوں کی مرمت بھی کر سکتا ہوں۔''

''ہمارے پاس تین کاریں ہیں۔'' عورت نے بولنا شروع کیا: ''اتفاق سے

تینوں خراب ہیں۔ ہمارے پاس گھاس کاٹنے کی چند مشینیں بھی ہیں۔ تم اپنے کام کی ابتدا ہماری موٹروں سے کر سکتے ہو، کیا خیال ہے؟''

وہ حیران رہ گیا۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''میں تم پر بھروسا کر رہی ہوں۔'' عورت بولی: ''اب تم جا سکتے ہو۔ دو دن بعد یہاں آ کر میرے شوہر سے مل لینا۔ میں ان سے کہہ دوں گی کہ تم میری سہیلی کے بھائی ہو۔'' وہ شفقت سے مسکرائی۔

اچانک اس کے چہرے پر کرختگی لوٹ آئی: ''مگر یہ نوٹوں بھرا بیگ یہیں چھوڑ جاؤ۔''

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ جذباتی لہجے میں بولا: ''آپ بہت عظیم خاتون ہیں، ایک رحم دل خاتون۔''

''اب تم جلدی سے روانہ ہو جاؤ۔'' عورت نے اسے ہلکا سا دھکا دیا اور پھر پستول بھی ہٹا لیا: ''میرے شوہر کسی بھی وقت جاگ سکتے ہیں۔ وہ تمھیں یہاں دیکھ کر خوش نہیں ہوں گے اور نہ اس طرح نرمی سے پیش آئیں گے جس طرح میں پیش آ رہی ہوں۔ فوراً بھاگ ہو جاؤ اور ہاں، وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی کسی گھر میں چوری نہیں کرو گے۔'' وہ اسے دروازے کی جانب دھکیلتے ہوئے بولی۔

''میں وعدہ کرتا ہوں۔'' اس نے دروازے سے نکلتے ہوئے کہا۔

عورت اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی اور وہ رات کی تاریکی میں گم ہو گیا تو عورت نے دروازہ بند کر لیا۔

''اُف! تم کتنے مضبوط اعصاب کی مالک ہو۔'' تاریک باورچی خانے سے نکل کر آنے والے شخص دلاور نے کہا۔ اس کی بیوی بھی ایک ماہر چور تھی۔

وہ بولی: ''خیر! چھوڑو ان باتوں کو اس سے پہلے کہ مکان کے اصل مالک شادی کی تقریب سے واپس آ جائیں، ہمیں اپنا کام ختم کر لینا چاہیے۔''

''ہاں وہ الماری تو اس بے چارے ہمارے چور بھائی نے کھول ہی دی، جو ہم سے نہیں کھل رہی تھی۔''

''اور الماری کی تمام دولت بیگ میں ڈال کر یہ مشکل بھی حل کر دی۔'' عورت نے کہا۔

''اب ہمیں بقیہ کمروں کی تلاشی لے کر جلد از جلد یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔'' عورت کے ساتھی دلاور نے ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا۔''

☆☆☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۱۰۳ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں ۱۸- اپریل ۲۰۱۵ء تک بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

ترانہ

محمد شفیق اعوان

ظالم سے گر ڈرتے رہیں گے
لوگ ہمارے مرتے رہیں گے
نکلیں مقابل سب دشمن کے
کب تک آہیں بھرتے رہیں گے
رستہ ہے جو اچھائی کا
اس رستے پر چلتے رہیں گے
جو مجبور ہیں ، بے چارے ہیں
مدد ہم اُن کی کرتے رہیں گے
امن ضرورت ہے ہم سب کی
امن کی راہ پر چلتے رہیں گے
پڑے گی جب بھی مشکل کوئی
رب سے دعا ہم کرتے رہیں گے
مل جائے گی منزل اک دن
اگر ہم آگے بڑھتے رہیں گے
دشمن ہے جو اپنے وطن کا
شفیق ہم اس سے لڑتے رہیں گے

لڑکی اور پہاڑ کا جن

فضیلہ ذکاء بھٹی

چین کے ایک دور دراز گاؤں میں ایک بلند پہاڑ کا دامن ایسا ہے، جس میں ایک خوش نما آبشار ہے۔ جسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے لمبے اور سفید بالوں والی کوئی حسین لڑکی چٹانوں پر آرام کر رہی ہے۔ مقامی لوگ اسے ''سفید بالوں کا آبشار'' کہتے ہیں۔ اس کے متعلق ایک دل چسپ کہانی مشہور ہے، جو کچھ یوں ہے۔

صدیوں پہلے اس بلند پہاڑ کے قرب و جوار میں پانی بالکل ناپید تھا۔ وہاں کے لوگ بارش کا پانی اِکھٹا کر لیا کرتے تھے۔ یہ پانی پینے کے بھی کام آتا اور آب پاشی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اگر کبھی بارش نہ ہوتی تو بستی کے لوگوں کو دور دراز ایک چشمے سے پانی لانا پڑتا تھا، جو ان کے گاؤں سے دو میل کے فاصلے پر تھا۔ گویا پانی کی قیمت تیل کے برابر تھی۔

اس بلند پہاڑ کے قریب ایک لڑکی رہتی تھی، جس کے سیاہ بال اتنے لمبے تھے کہ ایڑیوں تک جا پہنچتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ اسے ''لمبے بالوں والی لڑکی'' کہا کرتے تھے۔ وہ اپنی بیمار ماں کے ساتھ جو بستر سے اُٹھنے کے قابل نہیں تھی، رہا کرتی تھی اور بکریاں پال کر گزارا کرتی تھی۔ ہر روز صبح سویرے وہ دو میل کی مسافت طے کر کے پانی لاتی اور پھر پہاڑ پر جا کر بکریوں کے لیے چارہ لاتی۔ یوں اسے صبح سے شام تک جان توڑ محنت کرنا پڑتی تھی۔

ایک دن حسبِ معمول وہ گھاس اِکھٹی کرنے کے لیے ایک ٹوکری لے کر پہاڑ پر گئی۔ صرف نصف فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ ایک عمودی چٹان کے اوپر پہنچی تو اچانک اس کی

نظر ایک شلجم پر پڑی جو چٹان کی سطح پر اُگا ہوا تھا۔ اس کے پتے سبز اور چمک دار تھے۔ لڑکی نے سوچا: ''اس سے تو بہت مزے دار کھانا پکایا جا سکتا ہے۔''

اس نے دونوں ہاتھوں سے زور لگا کر شلجم کو جڑ سے اُکھاڑ لیا، جو بالکل سرخ اور گول تھا، لیکن اسے اُکھاڑنے سے چٹان میں ایک سوراخ ہو گیا اور وہاں سے صاف شفاف پانی کا ایک چشمہ اُبل پڑا، اچانک شلجم لڑکی کے ہاتھ سے اُچھل کر واپس اسی سوراخ پر جا گرا اور پانی آنا بند ہو گیا۔

لڑکی کو سخت پیاس لگ رہی تھی۔ وہ چشمے کا ٹھنڈا پانی پینے کے لیے بے تاب تھی۔ اس نے شلجم کو دوبارہ ہٹایا تا کہ دوبارہ پانی بہنے لگے۔ پھر وہ سوراخ سے منھ لگا کر دوبارہ پانی پینے لگی۔ پانی ٹھنڈا اور ناشپاتی کے رس کی طرح میٹھا تھا، لیکن پانی پینے کے بعد جونہی اس نے سوراخ سے منھ ہٹایا شلجم اس کی گرفت سے نکل کر دوبارہ سوراخ کے منھ پر جا گرا اور پانی آنا بند ہو گیا۔

وہ حیرت کے عالم میں کھڑی شلجم کو دیکھ رہی تھی کہ اچانک ایک آندھی آئی اور اسے اُڑا کر ایک غار میں لے گئی۔

غار کے پتھر پر ایک عجیب و غریب انسان بیٹھا تھا، جس کا پورا جسم بھورے بالوں سے چھپا ہوا تھا۔ اس نے لڑکی سے خوف ناک آواز میں کہا: ''اب تمھیں میرے چشمے کا راز معلوم ہو گیا ہے، لیکن تم اس کا ذکر کسی سے بھی مت کرنا، اگر تم نے میرا حکم نہیں مانا اور دوسرے لوگ میری ملکیت، میرے چشمے کا پانی لینے آئے تو میں تمھیں مار ڈالوں گا۔ میرے الفاظ گرہ میں باندھ لو، میں اس پہاڑ کا جن ہوں۔''

اتنے میں ایک بار پھر ہوا چلنے لگی اور اس نے اس کو واپس پہاڑ کے دامن میں پہنچا دیا۔

وہ خاموشی سے اپنے گھر آ گئی۔ گاؤں والے تو درکنار اس نے اپنی ماں سے بھی اس چشمے کا ذکر نہیں کیا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ کھیت بالکل سوکھے پڑے ہیں اور گاؤں والوں کو پانی کے ایک ایک قطرے کے لیے کتنی محنت کرنا پڑتی ہے۔ عورت اور مرد، بچے اور بوڑھے جب دو میل کی مسافت طے کر کے اپنی بالٹیوں میں پانی لاتے تھے تو ان کے جسم پسینوں سے شرابور ہوتے تھے۔ وہ سوچتی تھی کاش میں ان کے سامنے پہاڑی چشمے کا ذکر کر سکتی۔

اگر لوگ شلجم کو چشمے کے سوراخ سے ہٹا کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور سوراخ کے منھ کو چوڑا کر دیں تو پہاڑ سے گاؤں تک پانی ایک ریلے کی طرح بہنا شروع ہو جائے گا، پھر اسے وہ خوف ناک بالوں والا جن یاد آ جاتا اور سوچنے لگتی کہ خاموش رہنے میں ہی عافیت ہے۔

اس کی ذہنی اذیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی بھوک بالکل ختم ہو گئی تھی اور اسے نیند بھی نہیں آتی تھی۔ وہ بے حس اور بے جان مورتی کی جیسی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں کی چمک بالکل ختم ہو گئی۔ اس کے رخساروں کی سرخی زردی میں تبدیل ہو گئی۔ چمک دار سیاہ بال خشک اور بے آب و تاب ہو گئے۔ اس کی ماں اس کی اس تبدیلی کو محسوس کر رہی تھی۔ آخر ایک دن اس نے بیٹی سے پوچھ ہی لیا: ''میری بیٹی! تمھیں کیا پریشانی ہے؟''

لیکن لڑکی صرف اپنے ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔ اس نے منھ سے کچھ نہیں کہا۔

یوں وقت گزرتا گیا دن مہینے اور مہینے سالوں میں بدلتے گئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے سیاہ چمک دار بال سفید ہو گئے، کیوں کہ وہ انھیں سنوارتی تک نہیں تھی۔

گاؤں والے آپس میں قیاس آرائیاں کرنے لگے: ''کیسی عجیب بات ہے ایسی کم سن لڑکی کے بال اچانک سفید ہو گئے۔''

وہ بے حس و حرکت اپنے دروازے کا سہارا لیے کھڑی رہتی۔ کھوئی کھوئی نظروں سے آتے جاتے لوگوں کو دیکھتی اور زیرِ لب کہتی: ''پہاڑ کی چوٹی پر ایک......'' لیکن اسے جملہ مکمل کرنے کی ہمت کبھی نہ ہوئی، بلکہ وہ اپنے ہونٹ چبانے لگتی حتیٰ کہ ان سے خون نکلنے لگتا۔

ایک دن حسبِ معمول وہ اپنے دروازے پر کھڑی ہوئی تھی کہ اچانک اس کی نظر سفید داڑھی والے ایک بہت ہی ضعیف آدمی پر پڑی، جو کہ پگڈنڈی پر لڑکھڑاتا ہوا چل رہا تھا۔ دراصل وہ دو میل دور سے ایک گھڑے میں پانی لا رہا تھا۔ اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ ایک چٹان سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا۔ اس کا گھڑا ٹوٹ گیا اور پانی زمین پر بہ گیا۔ اس کے پاؤں سے خون بہنے لگا۔

لڑکی تیزی سے اس کے پاس پہنچی اور اسے سہارا دے کر کھڑا کیا۔ پھر اس نے اپنی قمیص کا دامن پھاڑ کر اس کے زخم پر پٹی باندھ دی۔ اس دوران میں اسے مسلسل بوڑھے آدمی کے کراہنے کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ اس نے نظر اُٹھا کر اس کے کم زور چہرے پر نظر ڈالی جس پر بے شمار جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ تکلیف کی وجہ سے اس نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

''میں بھی کتنی بزدل ہوں۔'' لڑکی دل ہی دل میں خود کو ملامت کرنے لگی۔ میں موت کے خوف میں مبتلا ہوں، جب کہ یہاں سارے کھیت خشک پڑے ہیں، فصلیں تباہ

ہو رہی ہیں۔ میری بزدلی اور خوف ہی کی وجہ سے گاؤں والے اتنی تکلیف اُٹھا رہے ہیں۔ میرے خوف ہی کی وجہ سے اس بوڑھے آدمی کی ٹانگیں زخمی ہوئیں۔ ہیں بزدل! بزدل!

اس کی قوتِ برداشت جواب دے گئی اور اس نے اس بوڑھے سے کہا: ''اس بلند پہاڑ پر ایک چشمہ ہے۔ اگر تم شلجم کو اُکھاڑ کر اس کے ٹکڑے کر ڈالو اور چھینی سے اس سوراخ کو چوڑا کر دو تو پانی پہاڑ سے بہتا ہوا گاؤں تک پہنچ جائے گا، یہ سچ ہے۔ میں نے وہ چشمہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔''

اس سے پہلے کہ بوڑھا کچھ کہتا، وہ چیختی ہوئی دیوانہ وار گاؤں کی گلیوں میں دوڑنے لگی: ''سب لوگ میرے ساتھ چلو، پہاڑ پر ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ ہے۔''

اس نے انھیں تمام واقعہ سنایا کہ کس طرح اس نے یہ چشمہ دریافت کیا، لیکن پہاڑی جن کی دھمکی کا ذکر اس نے کسی سے بھی نہ کیا۔

گاؤں والے جانتے تھے کہ وہ ایک نیک دل لڑکی ہے، چناں چہ انھوں نے اس کی بات پر اعتبار کر لیا اور وہ اپنی چھینیاں، چاقو اور ہتھوڑے لے کر اس پہاڑ کی جانب روانہ ہو گئے، وہاں پہنچتے ہی لڑکی نے شلجم کو اُکھاڑ ڈالا اور اسے ایک پتھر پر پھینکتے ہوئے کہا: ''جلدی کرو، اس کے ٹکڑے کر ڈالو، جلدی کرو۔''

اچانک ایک ساتھ بہت سارے چاقو فضا میں لہرائے اور آناً فاناً شلجم کے بہت سارے ٹکڑے ہو کر فضا میں بکھر گئے۔ اسی اثناء میں سوراخ سے پانی بہنے لگا، لیکن سوراخ بہت چھوٹا تھا۔

''جلدی کرو۔'' لڑکی نے چلا کر کہا: ''اپنی چھینیوں سے اس سوراخ کو چوڑا کر دو،

جلدی کرو، جلد از جلد یہ کام ختم کرو۔''

سب لوگ سر جھکا کر اس کام میں جُت گئے اور اپنی چھینیوں سے چٹان کو کاٹنے لگے۔ کچھ دیر میں ہی سوراخ کا منھ پہلے پیالے جتنا پھر بالٹی جتنا اور پھر ایک ڈرم جتنا بڑا ہوگیا۔ اب پانی تیزی سے فوارے کی طرح اُبلتا ہوا نیچے کی طرف بہنے لگا۔

گاؤں والوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ خوشی میں ناچنے اور تالیاں بجانے لگے۔ ٹھیک اسی لمحے ایک تیز آندھی آئی اور اس لڑکی کو اُڑا کر لے گئی، لیکن گاؤں والے نئے چشمے کی خوشی میں ایسے دیوانے ہو رہے تھے کہ لڑکی کے غائب ہونے پر کسی نے بھی توجہ نہ دی۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے پوچھا: ''لمبے والوں والی لڑکی کہاں گئی؟''

''شاید وہ ہم سے پہلے ہی گاؤں واپس چلی گئی، تاکہ اپنی بیمار ماں کو خوش خبری سنا سکے۔'' دوسرے آدمی نے قیاس آرائی کرتے ہوئے کہا۔

سب لوگ خوشی سے جھومتے ہوئے چٹان سے نیچے اُترے اور اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ دراصل لڑکی کو پہاڑی جن نے اُٹھا لیا تھا۔ جب وہ اس کے سامنے پہنچی تو اس نے غضب ناک ہو کر کہا: ''میں نے تمھیں منع کیا تھا کہ کسی کو مت بتانا، لیکن تم نے تمام لوگوں کو بتا دیا۔ انھوں نے شلجم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور سوراخ کو بڑا کر کے میرے چشمے کا پانی لے لیا۔ اب میں تمھیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

لمبے بالوں والی لڑکی جس کے سفید بال شانوں پر بکھرے پڑے تھے، بڑی بہادری سے کھڑی تھی۔ اس نے پُرسکون انداز میں جواب دیا: ''میں ان لوگوں کے لیے خوشی خوشی اپنی جان قربان کر دوں گی۔''

''میں تمھیں آسانی سے مرنے نہیں دوں گا۔'' پہاڑی جن نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''میں تمھیں چٹان پر لٹا دوں گا اور پہاڑ کا پانی بلندی سے تمھارے جسم پر ہمیشہ گرتا رہے گا۔ تمھاری یہی سزا ہے ایک طویل اور دردناک سزا۔''

''میں ان لوگوں کی خاطر خوشی خوشی پانی کے نیچے لیٹ جاؤں گی۔'' لڑکی نے پُرسکون انداز میں جواب دیا، لیکن ازراہِ کرم تم مجھے تھوڑی سی مہلت دے دو، تاکہ میں گھر جا کر اپنی بیمار ماں اور بکریوں کی دیکھ بھال کا انتظام کرسکوں۔''

جن نے کہا: ''ٹھیک ہے تم جا سکتی ہو، لیکن اگر تم واپس نہ آئیں تو میں چشمے کا منھ پھر سے بند کردوں گا اور تمام گاؤں والوں کو قتل کردوں گا۔ جب تم واپس آؤ تو خود ہی چٹان پر لیٹ جانا۔ مجھے زحمت مت دینا۔''

لڑکی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر ہوا کے ایک تیز جھکڑ نے اسے پہاڑ کے دامن میں پہنچا دیا۔

جب وہاں اس نے پانی بہتا ہوا دیکھا تو اس کا دل خوشی سے ناچنے لگا۔ اور وہ تیزی سے دوڑتی ہوئی اپنے گھر جا پہنچی، اس کے اندر اتنا حوصلہ نہ تھا کہ اصل صورتِ حال سے ماں کو آگاہ کرتی۔ وہ صرف اتنا کہہ سکی: ''امی! پہاڑ کا پانی بستی میں آچکا ہے۔ اب ہم لوگوں کو پانی کی تکلیف کبھی نہ ہوگی۔''

پھر اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا: ''میری سہیلیوں نے جو کہ پڑوس کے گاؤں میں رہتی ہیں، مجھے چند دنوں کے لیے اپنے ساتھ رہنے کے لیے بلایا ہے میں جلد ہی واپس آجاؤں گی۔ میں نے پڑوس والی خالہ سے کہہ دیا ہے وہ آپ کی اور بکریوں کی دیکھ بھال

کرلیں گی۔''

''بہت اچھا۔'' ماں نے خوش دلی سے کہا۔ پھر وہ ماں کا جواب سن کر پڑوس والی خالہ کے پاس گئی اور انھیں تمام ذمے داریاں سونپ کر واپس ماں کے پاس آئی: ''امی! میں وہاں پندرہ دن تک رہوں گی۔ آپ......''

''تم فکر نہ کرو۔'' ماں نے کہا۔ جاؤ اپنی سہیلیوں کے ساتھ اچھا وقت گزارو۔ میری فکر نہ کرنا۔ پڑوسن بہت اچھی اور رحم دل خاتون ہیں۔ وہ میرا پورا خیال رکھیں گی۔''

بیٹی نے بوڑھی ماں کے چہرے اور ہاتھو کو تھپتھپایا اور چپکے سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے مویشیوں کے باڑے میں گئی۔ جب وہ بکریوں کو تھپکیاں دے رہی تھی تو ایک بار پھر اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ گیا۔

دروازے پر پہنچ کر پھر ماں سے کہا: ''امی! میں جا رہی ہوں۔''

اس کی ماں کو کیا معلوم تھا کہ اس کی چہیتی بیٹی ہمیشہ کے لیے جا رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کی ماں کچھ کہتی وہ تیزی سے پہاڑ کی جانب روانہ ہوگئی۔ دوڑتے ہوئے اس کے لمبے بال شانوں پر دونوں طرف لہرا رہے تھے۔

راستے میں پیپل کا ایک گھنا درخت کھڑا ہوا تھا۔ اس درخت کے نیچے پہنچ کر لڑکی نے اس کے تنے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: ''اے درخت! آج کے بعد میں کبھی بھی تمھارے سائے کی ٹھنڈک حاصل نہ کرسکوں گی۔''

یکا یک ایک بوڑھا آدمی درخت کے پیچھے سے نمودار ہوا، اس کی داڑھی سبز تھی اور سبز رنگ کے ہی کپڑے اس نے پہنے ہوئے تھے۔

''اے لمبے بالوں والی لڑکی! تُو کہاں جا رہی ہے؟''

لڑکی نے سرد آہ بھری اور سر جھکا لیا۔

''مجھے تمھارے تمام مصائب کا علم ہے۔'' بوڑھے نے کہا۔

''تم ایک رحم دل لڑکی ہو، اس لیے میں تمھیں بچا کر رہوں گا۔ میں نے پتھر کی ایک مورتی بنائی ہے، جو تمھاری ہمشکل ہے۔ درخت کے پیچھے جا کر اس پر ایک نظر ڈالو۔''

لڑکی نے درخت کے پیچھے جا کر اس مورتی کو دیکھا جو از سر تا پا اس سے مشابہ تھی۔ البتہ اس کے بال زیادہ لمبے نہ تھے۔ لمبے والوں والی لڑکی اس مورتی کو دیکھ کر ششدر رہ گئی۔

بوڑھے آدمی نے کہا: ''پہاڑ کا جن یہی تو چاہتا ہے کہ تم پانی کے نیچے چٹان پر لیٹ جاؤ۔ تم اس اذیت ناک اور طویل آزمایش سے بچ سکو گی، اس لیے میں پتھر کی اس مورتی کو اس چٹان پر لٹا دوں گا، لیکن تمھاری طرح اس کے بال سفید اور لمبے نہیں ہیں، اس لیے تمھیں تھوڑی تکلیف برداشت کرنا ہوگی۔ میں تمھارے سفید بال کاٹ کر مورتی کے سر پر لگا دیتا ہوں، تاکہ پہاڑی جن کو شک نہ ہو۔''

اس سے پہلے کہ لڑکی کچھ کہتی بوڑھے آدمی نے اس کا سر جھکا کر اس کے سارے بال کاٹ لیے اور مورتی کے سر پر لگا دیے۔ حیران کن بات یہ ہوئی کہ بالوں نے فوراً مورتی کے سر میں جڑ پکڑ لی۔

اب لمبے والوں والی لڑکی کے بال غائب ہو چکے تھے۔ بوڑھا مسکرایا اور لڑکی سے کہا: ''اب تم اپنے گھر جا سکتی ہو۔ اب کھیتوں کے لیے پانی کی کمی نہیں ہوگی۔ تم لوگ محنت

کرو گے تو پورا گاؤں خوش حال ہو جائے گا۔''

یہ کہتے ہی اس نے پتھر کی مورتی اپنے کندھے پر رکھی اور جلدی جلدی پہاڑی کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ اس نے مورتی کو چٹان پر اس طرح لٹا دیا کہ پانی کا سفید تیز دھارا اس کے لمبے بالوں پر پھسلتا ہوا پہاڑی چٹان سے نیچے کی طرف بہتا رہا۔ لڑکی پیپل کے دخت کے نیچے کھڑی ہوئی حیرانی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی کہ اچانک اس کے سر میں کھجلی ہونے لگی۔ اس نے سر کھجانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہ چونک پڑی۔

اس کے سر پر بال اُگ رہے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ اتنے لمبے ہو گئے کہ زمین کو چھونے لگے۔ اس نے بالوں کو ہاتھ میں لے کر دیکھا، وہ بالکل سیاہ تھے۔ اب تو وہ خوشی سے ناچنے لگی۔

اس نے درخت کے نیچے کافی دیر تک انتظار کیا، لیکن بوڑھا شخص واپس نہیں آیا۔ اچانک درخت کی پتیاں اور شاخیں تیز ہوا میں جھومنے لگیں اور اس کی سرسراہٹ میں لڑکی کو واضح طور پر یہ الفاظ سنائی دیے: ''لمبے بالوں والی لڑکی! ہم نے پہاڑی جن کو خوب بے وقوف بنایا۔ اب تم اپنے گھر جا سکتی ہو۔''

لڑکی نے خوشی سے سرشار ہو کر پہاڑ سے گرتے ہوئے چشمے کی طرف دیکھا، پہاڑ کے دامن میں کھڑی ہوئی سبز فصلوں اور کھیتوں میں کام کرتے ہوئے لوگوں پر نظر ڈالی۔ پھر پلٹ کر دیو قامت پیپل کی طرف دیکھا اور اپنے چمک دار، لمبے سیاہ بالوں کو لہراتے ہوئے ناچتی کودتی ہوئی اپنے گھر کی طرف چل پڑی۔

☆☆☆

ہنڈ کلیا

چکن کی یخنی

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، کراچی

مرغی کا گوشت : آدھا کلو
کارن فلور (مکئی کا آٹا) : چار کھانے کے چمچے
انڈے (صرف سفیدی) : دو عدد
پیاز (باریک کٹی ہوئی) : ایک عدد
کالی مرچ (پسی ہوئی) : ایک چائے کا چمچہ
اجینوموتو : ایک کھانے کا چمچہ
ہری مرچ (درمیانی) : دو عدد
سویا ساس اور نمک : حسب ذائقہ

ترکیب: مرغی کا گوشت اچھی طرح دھولیں۔ اس گوشت کے ساتھ باریک کٹی ہوئی پیاز، سیاہ مرچ، نمک اور پانی ڈال کر یخنی تیار کریں، گوشت گل جائے تو یخنی چھان کر الگ نکال لیں۔ اُبلی ہوئی بوٹیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرلیں۔ ایک پیالی پانی میں کارن فلور گھولیں اور گوشت کے ٹکڑوں کے ساتھ یخنی میں ڈال کر دھیمی آنچ پر چند منٹ تک پکائیں، جب یخنی آپ کی پسند کے مطابق گاڑھی ہو جائے تو اس میں انڈے کی سفیدی ملا کر چمچے سے خوب اچھی طرح ملا لیں۔ بس یخنی تیار ہے۔

انڈے پارے

مرسلہ : ناہید کمال احمد، حیدر آباد

انڈے : چار عدد
چینی : دو کپ
گھی : ڈیڑھ کپ
الائچی : دو عدد

ترکیب: ایک کڑاہی میں تمام چیزیں ملا کر درمیانی آنچ پر پکائیں، یہاں تک کہ ہلکی براؤن ہو جائیں۔ ایک ٹرے میں تھوڑا سا گھی لگا کر یہ آمیزہ ڈال کر جما لیں، پھر نمک پارے کی طرح کاٹ لیں۔ مزے دار انڈے پارے تیار ہیں۔ ☆

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ہمارا طرزِ عمل

ہمدرد نونہال سیرت کانفرنس لاہور میں نونہال نعتیں پڑھ رہے ہیں۔
اس موقع پر چند نونہالوں کی رسمِ بسم اللہ بھی ادا کی گئی

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور .... رپورٹ : سید علی بخاری

انسانی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں، جسے گزارنے کے لیے ہمیں حضور اکرمؐ کی ذاتِ اقدس سے راہنمائی نہ ملتی ہو۔ آپؐ بلاتفریق رنگ و نسل اور مذہب کے بچوں سے انتہائی درجے پیار فرماتے تھے۔ سلام میں پہل کرنا، اُن کے ساتھ بیٹھ کر وقت گزارنا اور انھیں گود میں اُٹھالینا، ایسے اعمال حسنہ تھے کہ نونہال بھی بے اختیار آپؐ کی جانب لپکتے تھے۔

ہمیں سب سے بڑا فخر یہ حاصل ہے کہ ہم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، لیکن اچھے امتی ہونے کے کچھ تقاضے بھی ہیں۔ ہمیں ایک اچھا امتی اور اچھا مسلمان بننا ہے۔ اس بار نونہال سیرت کانفرنس کا موضوع تھا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ہمارا طرزِ عمل''

کانفرنس میں محترمہ ڈاکٹر پروین خان بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ نونہال مقررین میں احمد بشیر، سید محمد عبداللہ، رانا محمد عمار، شاہ زور احمد، حذیفہ نواز اور حمد بن ارشد

شامل تھے۔ مختلف اسکولوں کی منتخب ثناء خواں طالبات نے بھی شرکت کی، جن میں نوشین گل، ایلاف احمد، حفصہ عبدالرحمٰن، سائرہ بتول، فجر بابر، وجیہ خاتون، شانزے ارشد، ارم گوہر، مریم راشد، عرفہ قیصر، ایمان نذافت، مناحل خان شامل ہیں۔ نظامت نویرا بابر اور مہرال قمر نے کی۔ درود و سلام اور دُعائیہ کلمات پر یہ کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچی۔

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی .... رپورٹ : حیات محمد بھٹی

نونہال سیرت کانفرنس راولپنڈی کے اجلاس میں مہمان خصوصی معروف مذہبی اسکالر و چیئرمین امن کمیٹی محترم پیر اظہار بخاری تھے۔ اس موقع پر صدر انجمن فیض الاسلام و رکن شوریٰ ہمدرد محترم میاں صدیق اکبر اور رکن شوریٰ ہمدرد محترم پروفیسر نیاز عرفان نے بھی خصوصی شرکت کی۔ ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے منعقد ہونے والی اس سیرت کانفرنس کا موضوع تھا:

''رسول اکرمؐ کی تعلیمات اور ہمارا طرزِ عمل''

اس سیرت کانفرنس کی نظامت نونہال ادیبہ اشتیاق نے انجام دی۔

تلاوتِ قرآن مجید ترجمے کے ساتھ نونہال محمد عزیر اور عیشا سحر نے پیش کی۔

نونہال نایاب نور اور ساتھی طالبات نے ہدیۂ نعت پیش کیا۔

نونہال مقررین میں فضہ ایمن، عثمان خان، نوین منیر، رطابہ ساجد اور اریج یعقوب شامل تھیں۔ قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے اپنے پیغام میں کہا کہ نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ اللہ اور اس کے پیارے حبیبؐ سے محبت کے دو پہلو ہیں، ایک قولی دوسرا عملی۔ جب تک ہمارا عمل ہمارے قول کے مطابق تھا تو ہر شعبۂ زندگی میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل تھی۔ علم، سائنس اور تحقیق کے میدانوں میں ہمیں سبقت حاصل تھی اور اقوامِ عالم میں ہم احترام کے بلند ترین رُتبے

نونہال سیرت کانفرنس
راولپنڈی میں
محترم پیر اظہار بخاری،
محترم میاں صدیق اکبر
اورنونہال تقریر کررہے ہیں۔

☆

پر فائز تھے۔ اپنے اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا آج ہم حُبِ رسولؐ کا حق ادا کر رہے ہیں۔

محترم صدیق اکبر نے کہا کہ نبی کریمؐ سے ہماری محبت صرف قولی ہی ہے، کیوں کہ ہم اپنے عمل سے ان سے محبت کا ثبوت نہیں دیتے۔ ہم آج مختلف فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے کو کافر قرار دے رہے ہیں۔ ہم اخلاقی پستی کی انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔

محترم پیر اظہار بخاری نے کہا کہ حضور اکرمؐ نے تبلیغ شروع کرنے سے پہلے اپنا کردار پیش کیا، آج ہم ان کے پیروکار ہونے کا دعوا تو کرتے ہیں، مگر ایک دوسرے کا مذاق اڑاتے ہیں۔ آپؐ نے محبت سے دشمنوں کو جیتا، آپؐ کی ذات پاک مجسم محبت تھی، مگر ہم لوگ مسجدوں میں خودکش دھماکے کرتے ہیں۔

اس موقع پر طالبات نے قصیدہ بردہ شریف پیش کیا۔ محمد فیضان جاوید، لاریب زہرہ وساتھی طالبات، مناحل شہزادی وساتھی طالبہ، قدسیہ نیلم وساتھی طالبہ فائقہ مظہر نے پرسوز نعتیں پیش کیں۔ مہمان خصوصی پیر اظہار بخاری اور میاں صدیق اکبر نے نونہالوں میں انعامات تقسیم کیے۔ آخر میں ملک ملت کی سلامتی و بہتری کے لیے خصوصی دعا کی گئی۔

☆☆☆

پھول نگر

محمد شعیب خان

''پھول نگر'' ایک پُر امن گاؤں تھا۔ اس سے ذرا فاصلے پر ایک گھنا جنگل ہے۔ اس جنگل میں جگہ جگہ پانی کھڑا رہتا ہے، جس کی وجہ سے وہاں ہر وقت ناگوار سی بو پھیلی رہتی ہے۔ جنگل میں ایک تاریک غار بھی موجود ہے۔ اس وقت غار کے آخری سرے پر برائی کی تمام طاقتیں جمع تھیں۔ ایک طرف ساری بہنیں غیبت، نفرت، مصیبت، چوری، بے ایمانی، لڑائی، دھوکا دہی، گندگی، سُستی، خوشامد، لالچ، وعدہ خلافی اور دوسری طرف اُن کے بھائی غصہ، جھوٹ، حسد، فریب وغیرہ جمع تھے۔ وہ بڑھ چڑھ کر اپنی کارستانیوں کے قصے سُنا رہے تھے۔ ان کے شور میں کان پڑی آواز

سنائی نہیں دیتی تھی۔ اس وقت ان سب کو اپنے سردار ''شیطان'' کا انتظار تھا۔ شیطان بہت وعدہ خلاف تھا، وہ ہمیشہ دیر کر دیتا تھا۔ جب ساری برائیاں انتظار کر کر کے تھک گئیں، تو شیطان کی آمد کا اعلان ہوا۔ شیطان کے غار میں داخل ہوتے ہی بدبو کے بھبکے ہر طرف پھیل گئے۔ آج کے اجلاس میں اُس کو ''پھول نگر'' پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنانا تھا، جو اچھائیوں کا مرکز تھا۔

''پھول نگر'' ایک سرسبز و شاداب قصبہ ہے۔ یہاں کے لوگ بہت سادہ اور پُرسکون زندگی بسر کرتے ہیں۔ زیادہ تر لوگوں کا پیشہ کھیتی باڑی ہے۔ کچھ لوگ تجارت اور دوسرے پیشوں سے وابستہ ہیں۔ سارا گاؤں ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ میں شامل ہوتا ہے۔ گاؤں کے آس پاس کھیت ہیں، جہاں لوگ فصلیں اُگاتے اور اپنے

جانوروں کے لیے چارہ بھی حاصل کرتے ہیں۔ کھیتوں سے ذرا ہٹ کر ایک پکی سڑک ہے۔ اس کے ذریعے سے لوگوں کا شہر سے رابطہ رہتا ہے۔ یہاں لوگوں کے گھر بڑے خوب صورت ہیں۔ ہر گھر کے سامنے چھوٹے چھوٹے باغیچے بنے ہوئے ہیں۔ ان میں لگے پھلوں اور پھولوں کے قیمتی درخت اور پودے خوب پھل پھول دیتے ہیں۔ صفائی اور صحت مند ماحول نے یہاں کے لوگوں کی زندگی کو خوش گوار بنا دیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے نیکی کی تمام قوتیں اس گاؤں میں اکٹھی ہوگئی ہیں۔

''شیطانی فوج'' پھول نگر کی سرحد سے اندر داخل ہوگئی۔ بچوں مین تھوڑی ضد ہوتی ہے، اس لیے شیطانی قوتوں نے سب سے پہلے ان کو ہدف بنانے کا فیصلہ کیا۔ وہ سمجھ گئے کہ بچے چاہیں تو ہر کام ممکن بنا سکتے ہیں۔ شیطانی فوج میں سے، سب سے پہلے سُستی کو میدان میں اُتارا گیا۔ وہ بڑے عزم کے ساتھ بچوں پر حملہ کرنے پہنچ گئی۔

گاؤں کے بچے صبح سویرے اُٹھنے کے عادی تھے۔ وہ سب سے پہلے گھر والوں کو سلام کرتے۔ پھر دانت صاف کرتے اور منھ ہاتھ دھو کر ناشتا کرتے۔ کچھ دنوں سے بچوں میں سُستی پھیلنے لگی تھی۔ اُن کو صبح کے وقت زبردستی اُٹھایا جاتا۔ اسکول جانے میں اکثر دیر ہو جاتی۔ قرآن پاک پڑھنے جاتے تو بیٹھے بیٹھے اُونگھنے لگتے۔ سُستی، بڑی تیزی سے اپنے مقصد میں کام یاب ہو رہی تھی۔ اُس نے اپنی مدد کے لیے فوراً گندگی کو پہنچنے کے لیے کہا۔ گندگی اپنی تمام فوج کے ساتھ سُستی کی مدد کو پہنچ گئی۔ اس نے بچوں پر تابڑ توڑ حملے شروع کر دیے۔ ایک تو سُستی نے انھیں

سُستی بنا دیا تھا، اب وہ دانت صاف کرنے میں ٹال مٹول کرنے لگے۔ بس کلّی کر کے اُٹھ جاتے۔ اب گندگی کے حملے سے نڈھال ہو کر ہاتھ صابن سے دھونے کے بجائے، ایک دو بار صرف پانی سے دھو لیتے۔ گھر اور سکول میں چیزیں کھا کر بچا کھچا جہاں جی چاہتا پھینک دیتے۔ کوڑا پھینکنے میں بھی بے احتیاطی ہونے لگی اور مخصوص جگہ کو چھوڑ کر ادھر اُدھر پھینک دیتے۔ اس وجہ سے ہر طرف گندگی پھیلنے لگی اور سارا پھول نگر، کوڑے دان لگنے لگا۔

برائیوں کی فوج کا سربراہ ''شیطان'' یہ سب دیکھ کر بہت خوش تھا۔ اُس نے سُستی اور گندگی، دونوں بہنوں کو شاباش دی۔ بہنوں کی کامیابی دیکھتے ہوئے اُن کا بڑا بھائی بھی"غصہ"میدان میں آ گیا۔ اُس نے اپنے کارنامے دکھانے کے لیے شیطان سے اجازت چاہی۔ غصے نے سب سے پہلے ایک بڑے میاں پر حملہ کیا۔ وہ نماز ادا کر کے گھر جا رہے تھے۔ انھوں نے پڑوسی کے بیٹے کو اپنے گھر کے سامنے کوڑا پھینکتے دیکھ لیا تھا۔ غصے نے فوراً بڑے میاں پر حملہ کر دیا۔ بڑے میاں نے سوچا، اگر میں یہ کوڑا اُٹھا کے واپس اُن کے گھر پھینک دوں، تو اُنھیں پتا چلے گا۔ انھوں نے کوڑا اُٹھایا اور جیسے ہی پڑوسی کے گھر کی طرف پھینکنے لگے، تو غصے کی گرفت اُن پر ذرا ڈھیلی پڑ گئی۔ اسی لمحے بڑے میاں نے سوچا، ہمارے نبیؐ پر تو ایک بڑھیا روز کوڑا پھینک دیتی تھی اور انھوں نے اس کو کبھی برا بھلا تک نہیں کہا، میں تو اُن کا معمولی سا ماننے والا ہوں۔ یہ سوچ کر وہ واپس پلٹے اور کوڑا دان کی طرف چل دیے۔ شیطان نے غصے کو اُس کی ناکامی پر ڈانٹا۔ اس وقت ''مکاری'' شیطان کے قریب بیٹھی تھی۔ اُس نے

غصے کو بچوں پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا۔

گندگی اور سُستی تو پہلے ہی ''پھول نگر'' کے لوگوں پر اپنا اپنا وار کر چکی تھیں، اس لیے بچے گندی چیزیں کھانے لگے تھے۔ ایک دن اسکول کے ایک طالب علم نے آئس کریم لی تو سُستی کی وجہ سے آئس کریم دوسرے بچے کے کپڑوں پر گر گئی۔ غصہ موقعے کی تاک میں تھا، فوراً انھیں بہکانے لگا۔ غصے نے جب دیکھا کہ سُستی کی وجہ سے بات آگے نہیں بڑھ رہی، تو فوراً لڑائی کی مدد طلب کی۔ لڑائی نے ایک لمحے کی دیر نہ کی۔ اب وہ دونوں بچوں کے اوپر سوار ہو گئی۔ بچے آپس میں اُلجھنے لگے۔ اُن کے دوست بھی مدد کو پہنچے اور اسکول میدانِ جنگ کا منظر پیش کرنے لگا۔ بات بڑھی اور بچوں کے والدین تک پہنچی۔ پھر ''پھول نگر'' کی تاریخ میں پہلی مرتبہ تھانے میں لڑائی جھگڑے کا مقدمہ درج ہوا۔ غصے نے لوگوں کی عقل پر پردہ ڈال دیا تھا۔ وہ معمولی معمولی باتوں پر آپس میں لڑنے لگتے۔

شیطان اپنی تمام قوتوں کے ساتھ بیٹھا جشن منا رہا تھا۔ اُس کے چیلے پھول نگر میں کامیابیاں حاصل کر رہے تھے۔ اب اُس نے تمام بُرائیوں کو مل کر پھول نگر پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ جھوٹ، نفرت، غیبت، لالچ، چوری، بے ایمانی، مکاری اور باقی ساری برائیوں نے اپنی تمام تر غلاظتوں کے ساتھ پھول نگر کی راہ لی۔ صرف ایک مہینے بعد ''پھول نگر'' اُجڑا اُجڑا سا لگنے لگا۔ چند مہینوں میں ملک کے باقی علاقوں میں پھیلی برائیوں کی طرح یہاں بھی ہر قسم کی برائی نظر آنے لگی۔ جب کسی بستی میں ایک نیک شخص بھی نہ رہے، تو اُس پر اللہ کا عذاب ضرور آتا ہے۔ لیکن پھول نگر ابھی عذاب

سے محفوظ تھا۔ یہ نیک انسان، حمید صاحب تھے۔ برائیوں نے اُن کے گھر میں گھسنے کی سرتوڑ کوشش کی، مگر ناکامی اُن کا مقدر بنی۔ وہ ہر نیک کام میں آگے آگے رہتے تھے، خاموشی سے غریبوں کی مدد کرتے تھے۔ شاید اسی لیے حمید صاحب کے گھر کے تمام افراد گاؤں میں پھیلی برائیوں سے محفوظ تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا، جیسے نیکی کی تمام قوتیں حمید صاحب کے آنگن میں جمع ہوگئیں ہوں۔

نیکی کی قوتوں نے پھول نگر کو اچانک اُجڑتے دیکھا، تو اس میں حمید صاحب کو شیطانی طاقتوں کا ہاتھ نظر آیا۔ نیکی کی قوتیں سچ، پیار، محبت، احترام، خیرات، ہمدردی، بھائی چارہ، صفائی، برداشت، سخاوت وغیرہ حمید صاحب کی بیٹھک میں جمع ہوئیں۔ اُن کے وجود سے کمرا خوشبوؤں سے معطر ہوگیا۔

سچ نے سب کو مخاطب کیا: ''ہمارا کام معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں کو منہ توڑ جواب دینا ہے۔ ''پھول نگر'' جو پہلے جنت کا نمونہ تھا، تھوڑے سے وقت میں برائیوں نے اس پر قبضہ کرلیا ہے۔ کیا آپ سب ان برائیوں کو شکست دینے کے لیے تیار ہیں؟''

سب نے مل کر جواب دیا: ''ہم سب تیار ہیں!''

''تو پھر اُٹھو اور سب مل کر جھوٹ، نفرت، حسد، غیبت، بدتمیزی، لڑائی، گندگی، بے ایمانی اور چوری وغیرہ پر ٹوٹ پڑو!'' سچ نے جذباتی لہجے میں کہا اور سب نیکیاں اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ پھول نگر میں پھیل گئیں۔

حمید صاحب نے بیوی سے کہا: ''آج چھٹی کا دن ہے۔ میں نے فیصلہ کیا

ہے کہ ہم سب مل کر قصبے میں پھیلی برائیوں کے خاتمے کے لیے آگے بڑھیں۔''

بیوی نے پوچھا: ''ہمیں کیا کرنا ہوگا؟''

حمید صاحب نے جواب دیا: ''سب سے پہلے ہم اپنے قصبے میں صفائی کریں گے!''

سب گھر والوں نے جن میں اُن کے بیٹے، بہوئیں اور پوتے پوتیاں شامل تھے، ایک جذبے کے ساتھ صفائی میں لگ گئے۔ پہلے تو گاؤں کے لوگ انھیں دیکھ دیکھ کر باتیں بنانے لگے۔ لیکن جب حمید صاحب کا گھرانا چپ چاپ اپنے کام میں لگا رہا، تو انھیں دیکھنے والے بچے اُن کا ہاتھ بٹانے کے لیے آگے بڑھے۔ اس دیکھا دیکھی میں آہستہ آہستہ اور لوگ بھی شامل ہوتے گئے اور صرف ایک دن میں پھول نگر سے گندگی کا صفایا ہو گیا۔

صفائی کی وجہ سے لوگوں میں چستی پیدا ہوئی اور اُن کی دبی ہوئی نیکی کی قوتیں دوبارہ بیدار ہونے لگیں۔ بچوں نے وقت پر اسکول جانا شروع کر دیا۔ پھر محبت نے اپنا جادو دکھایا، جس سے غصے، نفرت، لڑائی جھگڑے اور حسد جیسی بُرائیاں رفتہ رفتہ بھاگ کھڑی ہوئیں۔ آخر اس موقع پر سچ نے اپنا کاری وار کیا۔ سچ کے پہلے ہی حملے میں جھوٹ، بے ایمانی، چوری، غیبت اور دوسری برائیاں چیختی چنگھاڑتی اپنی موت آپ مرنے لگیں۔ دھیرے دھیرے وقت گزرتا گیا اور آج ''پھول نگر'' اپنی پہلی حالت پر آ کر جنت کا نمونہ بن چکا ہے۔

☆☆☆

نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

اورنگ زیب، ٹنڈو محمد خاں	سیدہ مبین فاطمہ عابدی، پنڈ دادن خان
عبداللطیف چاچڑ۔ کشمور	اسامہ ظفر راجہ، سرائے عالمگیر
محمد الیاس چنا۔ ضلع لسبیلہ	عافیہ نواز، ملک وال

محسنِ انسانیت ﷺ

اورنگ زیب، ٹنڈو محمد خان

ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں تمام اچھی عادتیں، خوبیاں اور بھلائیاں جمع تھیں۔ آپؐ نے زندگی کے ہر معاملے میں سیدھا راستہ دکھایا۔

ہمارے رسول پاکؐ کے اخلاق سب لوگوں سے اچھے تھے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے: ''تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق بلند ہوں۔'' آپؐ بڑے خوش اخلاق اور نرم مزاج تھے۔ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ ساری زندگی آپؐ کی زبانِ مبارک سے سچ کے سوا کوئی بات نہیں نکلی۔ آپؐ کسی کا دل نہیں دکھاتے تھے اور ہر ایک سے بڑی محبت اور نرمی سے گفتگو فرماتے تھے۔

دشمنوں کے حق میں بددعا کرنا انسان کی فطری عادت ہے، مگر نبی کریمؐ کے رحم و شفقت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ دشمنوں کو بھی دعائے خیر سے یاد فرماتے تھے۔ جنگ اُحد میں دشمنوں نے پتھر پھینکے، تیر برسائے، تلواریں چلائیں۔ دندانِ مبارک شہید ہوگئے، لیکن ان سب حملوں کا وار رحمتِ عالم، محسنِ انسانیتؐ نے جس ڈھال

سے روکا، وہ یہ دعا تھی: ''اے اللہ! ان کو ہدایت دے، یہ نادان ہیں۔''

جن بے کس لوگوں کا کوئی سہارا نہیں ہوتا تھا، ہمارے رسول پاکؐ ان کا سہارا بن جاتے تھے اور ہر طریقے سے ان کی مدد کرتے تھے۔ یتیم بچوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ خود بھی ان کی مدد اور سرپرستی فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ اس گھر کو بہت پسند کرتا ہے، جہاں یتیم کی عزت کی جاتی ہے۔ ہمارے رسول پاکؐ اپنے دوست دشمن، مسلم غیر مسلم، امیر غریب ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کرتے تھے۔ آپؐ صفائی اور پاکیزگی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ پاک صاف رہتے۔ آپؐ کا لباس اگرچہ بہت سادہ ہوتا، لیکن صاف ستھرا ہوتا تھا۔

بچوں سے آپؐ کو بہت محبت تھی۔ آپؐ کہیں جا رہے ہوتے اور راستے میں بچے مل جاتے تو آپؐ مسکراتے ہوئے نہایت محبت سے انھیں سلام کرتے۔ پھر ان سے پیار بھری باتیں کرتے، ان کو گود میں اُٹھاتے، کھانے کی چیزیں دیتے۔ اگر کوئی شخص آپؐ کی خدمت میں فصل کا نیا میوہ پیش کرتا تو آپؐ سب سے پہلے اسے ننھے بچوں میں بانٹتے تھے۔ آپؐ دشمنوں کے بچوں سے بھی بہت اچھا برتاؤ کرتے تھے اور کافروں کے بچے بھی دوڑ دوڑ کر آپؐ کے پاس آتے تھے۔ جب کافروں سے جنگ ہوتی آپؐ صحابہؓ کو حکم دیتے کہ دیکھو کسی بچے کو مت مارنا۔ وہ بے گناہ ہیں۔ انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

آپؐ فرماتے تھے: جب وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو۔ مہمان کی عزت اور خدمت کرو۔ ماں باپ کا ادب کرو۔ ان کی خدمت کرو ۔ غریبوں اور حاجت مندوں کی مدد کرو۔ تمام کاموں میں میانہ روی بہتر ہے۔ ہمیشہ کچھ بھوک رکھ کر کھاؤ۔ لالچ نہ کرو۔ خدا نے تمھیں جو دیا ہے اس پر راضی رہو۔

آپؐ کی پیاری باتوں پر عمل کر کے ہر شخص اپنی زندگی سنوار سکتا ہے اور زندگی کے ہر میدان میں کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔

قرارداد لاہور

عبداللطیف چاچڑ۔ کشمور

پاکستان بننے سے پہلے چوں کہ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی، اس لیے وہ مسلمانوں کے سخت مخالف ہو گئے۔ اس مشکل وقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سر سید احمد خان جیسا رہنما عطا کیا، جس نے نہ صرف مسلمانوں کے لیے ایک اسکول کی بنیاد رکھی، بلکہ انگریزوں کو یہ احساس دلانے کی غرض سے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ذمے دار صرف مسلمان ہی نہیں، بلکہ ہندستان کی دیگر قومیں بھی اس جنگ میں شریک تھیں۔ اس کے لیے ایک کتاب اسبابِ بغاوتِ ہند تحریر کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ہندستان کے مسلمانوں کو دو قومی نظریہ بھی دیا۔ ہندستان میں دو اہم قومیں ہندو اور مسلمان تھیں، مگر ان کا مذہب اور رہن سہن الگ الگ تھا۔ ان کے بعد مسلمانوں کی قیادت، قائد اعظم محمد علی جناح نے سنبھالی۔ آپ کے ساتھ بہت سے دیگر

رہنماؤں نے بھی مسلمانوں کی آزادی کے لیے تحریک میں حصہ لیا۔

۲۳۔ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور کے منٹو پارک (موجودہ اقبال پارک) میں مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مسلم لیگ کا ایک جلسہ ہوا۔ اس جلسے کی قیادت قائداعظمؒ نے کی۔ اس جلسے میں پورے ہندستان کے مسلمانوں نے شرکت کی اور ایک قرارداد پیش کی۔ اس قرارداد میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ ہندستان کے وہ علاقے جہاں مسلمان زیادہ تعداد میں آباد ہیں، وہاں مسلمانوں کے لیے پاکستان کے نام سے ایک الگ ملک بنایا جائے۔ اس قرارداد کو ''قراردادِ لاہور'' کا نام دیا گیا۔

اس قرارداد کے بعد مسلمانوں کے جوش و جذبے سے سات سال کے عرصے میں پاکستان وجود میں آ گیا۔

قدرت کا انصاف

محمد الیاس چنا۔ ضلع لسبیلہ

''صاحب! باہر آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔'' نوکر نے سیٹھ ارشد کو اطلاع دی۔

''اندر بھیج دو۔'' سیٹھ نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد بابر ایک آدمی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ بابر کے ساتھ آنے والا شخص سیٹھ صاحب کے لیے اجنبی تھا۔

سیٹھ صاحب! آپ کو کسی نئے آدمی کی تلاش تھی۔ وہ میں لے آیا ہوں۔''

سیٹھ ارشد کو ایسے شخص کی ضرورت تھی، جو اس ملک میں تباہی مچا سکے۔

کیا نام ہے تمھارا؟ سیٹھ ارشد نے اجنبی سے پوچھا؟

''گل خان نام ہے میرا اور میں بابر کے رشتے کا بھائی ہوں۔''

کیا تم نے اس کو وہ کام بتا دیا ہے؟

سیٹھ صاحب! گل خان بھروسے کا

آدمی ہے۔ میں نے گل خان کو سب کچھ بتا دیا ہے۔'' بابر نے جواب دیا۔

اچھا، تم جاؤ۔ اب گل خان کی نوکری پکی۔ سیٹھ نے کہا۔

اگلے دن سیٹھ ارشد نے گل خان کو دو ٹائم بم دیتے ہوئے کہا۔ یہ دو ٹائم بم ہیں۔ تمھیں آج شام کو شاہی مارکیٹ کے درمیان میں ان ٹائم بموں کو رکھنا ہوگا۔''

سیٹھ صاحب نے گل خان کو ٹائم بم چلانے کا طریقہ بتا دیا۔ گل خان کے جانے کے بعد سیٹھ ارشد اپنے ایک بیمار دوست کی عیادت کے لیے ہسپتال جانے کے لیے نکلے۔ ادھر گل خان نے وہ دو بم موقع پا کر پھولوں کی دکان میں ایک گلدستے میں رکھ دیے اور وہاں سے واپس چل دیا۔ راستے میں اسے سیٹھ صاحب مل گئے، جو اپنے دوست کے گھر جا رہے تھے۔ انھوں نے گل کو دیکھ کر آواز دی اور ڈرائیونگ کرنے کو کہا، پھر اسپتال کا راستہ بتانے لگا۔ آگے ایک سگنل پر گاڑی رکی تو سیٹھ صاحب کی نظر ایک لڑکے پر پڑی جو ہاتھوں میں گلدستے لیے ہوئے ان کی گاڑی کے قریب آتے ہوئے کہہ رہا تھا: ''تازہ پھولوں کے گلدستے لے لیں صاحب، بالکل تازہ ہیں۔ ابھی لایا ہوں۔''

سیٹھ ارشد نے اپنے دوست کے لیے دو گلدستے خرید لیے۔ اتنے میں سگنل کھلا تو گاڑی آگے چل پڑی۔ ابھی دو منٹ ہی گزرے تھے کہ سیٹھ ارشد کی گاڑی میں لگاتار دو دھماکے ہوئے اور گاڑی سمیت سیٹھ ارشد اور گل خان کے پرخچے اُڑ گئے۔

گلدستہ بیچنے والا وہ لڑکا گلدستے شاہی مارکیٹ کی اسی دکان سے خرید کر لایا تھا، جہاں گل خان نے بم نصب کیے تھے۔

سیاہ سفید بطخ

سیدہ مبین فاطمہ عابدی، پنڈ دادن خان

ایک خوب صورت پارک کے صاف و شفاف تالاب میں دو بطخیں رہا کرتی تھیں۔ بطخیں جسامت میں تو تقریباً یکساں تھیں، لیکن ان کے رنگ میں زمین آسمان کا فرق تھا، یعنی ایک کا رنگ دودھ کی طرح سفید اور دوسری کا بالکل سیاہ تھا۔

سفید بطخ اپنے دودھیا رنگ کی وجہ سے اپنے آپ کو بہت خوب صورت سمجھتی اور اکثر سیاہ بطخ سے کہتی: "میرا رنگ تو بالکل دودھ کی طرح ہے۔ میں روزانہ تالاب میں غوطے لگاتی ہوں اور نہاتی بھی ہوں۔ اسی لیے میں تم سے الگ نظر آتی ہوں۔ یہاں آنے والے لوگ بس مجھے ہی دیکھتے ہیں اور بس میری ہی تعریف کرتے ہیں۔"

سیاہ بطخ کچھ نہ کہتی، البتہ رات کی تاریکی میں جب سب پرندے سو جاتے اور اسے دیکھنے والا کوئی نہ ہوتا تو وہ سوچتی کہ اس کا رنگ سیاہ کیوں ہے؟ اور اکثر سوچتی کہ اگر اس کا رنگ بھی سفید ہوتا تو لوگ اس کی بھی تعریف کرتے۔

اس پارک میں روزانہ بے شمار لوگ شام کی سیر کے لیے آتے تھے۔ ایک روز ایک چھوٹی سی بچی اپنے امی ابو کے ساتھ اس باغ کی سیر کو آئی۔ یہ بچی اپنے ماں باپ کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی۔ اس بچی نے جب اس سفید بطخ کو دیکھا تو ضد کی کہ یہ بطخ اسے چاہیے۔ ماں باپ نے اسے بہت سمجھایا کہ یہ بطخ اسے نہیں مل سکتی، لیکن اس نے رونا شروع کر دیا۔ بچی کے ماں باپ مجبور ہو کر پارک کی انتظامیہ کے پاس چلے گئے۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد سفید بطخ نے ایک بار پھر اپنی تعریفوں کا پٹارا کھول دیا۔

ابھی وہ اپنی تعریفیں کرنے میں مصروف تھی کہ وہ لوگ دوبارہ وہاں آن پہنچے۔ اس دفعہ ان کے ساتھ انتظامیہ کا ایک ملازم بھی تھا۔ بچی کے والدین نے سفید بطخ مناسب رقم ادا کر کے خرید لی تھی۔ اب وہ آدمی تالاب میں اُتر کر بطخ کو پکڑنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس نے بہت جدوجہد کے بعد سفید بطخ پکڑ کر ایک سوراخ دار لفافے میں ڈالی اور بچی کے حوالے کر دیا۔ بچی اس بطخ کو پا کر بے انتہا خوش تھی اور چہک رہی تھی۔ اس بچی نے بطخ کو لا کر ایک خوب صورت سنہرے پنجرے میں بند کر دیا۔ شروع کے چند دن تو اس بچی نے بطخ کا بہت خیال رکھا، لیکن رفتہ رفتہ اس کی دل چسپی بطخ میں کم ہونے لگی۔ آخر وہ اسے بالکل بھول گئی۔ اب سفید بطخ کا یہ حال تھا کہ وہ میلی کچیلی سارا دن پنجرے میں بند رہتی اور ادھر سیاہ بطخ تالاب کے صاف و شفاف پانی میں غوطہ لگاتی۔ تازہ مچھلیاں کھاتی اور اللہ کا شکر ادا کرتی کہ اللہ نے اسے سیاہ رنگ سے نوازا ہے، ورنہ شاید آج وہ بھی کسی پنجرے میں سفید بطخ کی طرح قید کی تکلیفیں جھیل رہی ہوتی۔

گبریلا

اسامہ ظفر راجا، سرائے عالمگیر

گبریلا ایک گندا کیڑا ہے۔ گندگی میں رہتا ہے اور اسی کو کھاتا ہے۔ ایک مرتبہ کسی آدمی نے اس گندے کیڑے کو دیکھ کر کہا: ''اللہ تعالیٰ نے بھلا اس کیڑے کو کس لیے پیدا کیا ہے؟ کیا اس کا بھی کوئی فائدہ ہے؟''

اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک دن کسی طرح وہ زخمی ہو گیا۔ اس نے بہت علاج کرائے، لیکن زخم ٹھیک نہیں ہو سکا۔ ایک دن اس کے پاس کسی

دوسرے گاؤں سے کوئی صاحب ملنے آئے۔ وہ حکیم بھی تھے۔ زخم دیکھ کر انھوں نے کہا: ''گبریلا لاؤ۔''

گبریلا کا نام سن کر اس کے بارے میں کہی بات اسے یاد آئی تو وہ چونک پڑا۔ حکیم صاحب نے گبریلا کو جلا کر اس کی راکھ زخم پر چھڑک دی۔ چند روز بعد اللہ کے حکم سے زخم ٹھیک ہو گیا۔ تب اس نے اپنا یہ واقعہ دوسروں کو سنایا۔ واقعہ سنا کر کہنے لگا: ''اللہ تعالیٰ مجھے یہ دکھانا چاہتا تھا کہ اس کائنات میں کوئی حقیر مخلوق بھی بے کار پیدا نہیں کی گئی۔ گبریلا جیسی غلیظ مخلوق بھی اتنی بڑی دوا کا کام دے سکتی ہے۔''

وقت کی قدر

عافیہ نواز، ملک وال

حرا اپنے ماں باپ کے ساتھ شہر میں رہتی تھی۔ چوتھی جماعت کا امتحان دے چکی تھی۔ وہ اب تک ہر جماعت میں اول آتی تھی۔

اس کی سب سہیلیوں کے پاس کمپیوٹر تھا۔ وہ سوچتی کہ کاش! میرے پاس بھی کمپیوٹر ہوتا۔ اس نے ایک بار اپنے والد سے کہا تھا تو انھوں نے کہا: ''اگر تم اس بار اول آئیں تو تمھیں ضرور لے دوں گا۔''

یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئی، کیوں کہ اس نے بہت محنت کی تھی ورا سے یقین تھا کہ وہ اس بار ضرور اول آئے گی۔

چوتھی جماعت کا نتیجہ آ گیا۔ اس بار حرا اول آئی تھی۔ اسی دن شام کو حرا کے والد ایک اچھا سا کمپیوٹر لے آئے۔ حرا کمپیوٹر دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔

اب وہ پانچویں جماعت میں تھی۔ کچھ دن بعد شام کو حرا کی امی نے دیکھا کہ حرا کہیں جا رہی ہے۔ انھوں نے پوچھا: ''حرا! تم کہاں جا رہی ہو؟''

حرا نے کہا: ''میں اپنی سہیلی ردا کے

گھر جا رہی ہوں۔ ہماری ایک سہیلی کی سالگرہ آرہی ہے۔ میں ردا سے کمپیوٹر پر کارڈ بنانے کا طریقہ سیکھنے جا رہی ہوں۔''

اس کی امی نے کہا: ''تم نے اپنا ہوم ورک کرلیا ہے؟ حرا نے کہا: بعد میں کرلوں گی۔'' یہ کہہ کر وہ باہر چلی گئی۔

حرا جب گھر پہنچی تو اس کی امی نے کہا: ''حرا اپنا ہوم ورک کرلو تب تک میں رات کا کھانا بناتی ہوں۔''

حرا نے کہا: ''میں بہت تھک چکی ہوں۔ آپ کھانا بنالیں میں منھ ہاتھ دھوکر آتی ہوں۔''

اس کی امی نے پوچھا: ''تم اپنا ہوم ورک کب کروگی؟''

''اگر ایک دن نہ بھی کیا تو کچھ نہیں ہوگا۔'' حرا نے منھ بنا کر کہا: ''ماما! کچھ دن پہلے ہی تو کمپیوٹر آیا ہے۔ تھوڑی دیر کھیلنے دیں۔''

حرا دیر تک گیمز کھیلتی رہی، پھر رات کو بارہ بجے کے قریب سوئی۔

صبح جب وہ اُٹھی تو آٹھ بج چکے تھے۔ وہ جلدی سے اُٹھی اور اسکول جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔ اس نے ناشتا بھی نہیں کیا۔ پہلے پیریڈ میں ریاضی کا ٹیسٹ تھا۔ وہ عین وقت پر پہنچی۔ اسے دیر سے آنے پر دس منٹ کلاس سے باہر کھڑا ہونا پڑا۔ پھر ٹیسٹ ہوا، تو اسے کسی بھی سوال کا جواب یاد نہیں تھا۔ ریاضی میں وہ کچھ کم زور بھی تھی۔ اس نے پورا ٹیسٹ پیپر خالی چھوڑ دیا۔ اپنی امی کو کچھ نہیں بتایا، وہ اسکول سے آئی تو اس نے بیگ ایک طرف رکھا اور بغیر منھ دھوئے کمپیوٹر پر گیمز کھیلنے لگی۔ امی نے دیکھا تو کہا: ''حرا! یہ کیا ہے؟ اُٹھو پہلے ہاتھ دھوکر کھانا کھاؤ اور کپڑے تبدیل کرو بعد میں گیمز کھیلنا۔''

حرا نے کہا: ''ماما! میری سہیلی نے مجھے مزید ویب سائٹ بتائی ہے۔ میں وہ تلاش کرلوں، اس کے بعد باقی کام کرلوں گی۔''

امی نے کہا: ''یہ غلط بات ہے، جلدی اُٹھو۔''

جب اس کے ابو گھر آئے۔ اس وقت بھی حرا کمپیوٹر ہی چلا رہی تھی۔ انھوں نے بھی کوئی دھیان نہ دیا۔ بس اب تو حرا کو کھلی چھٹی مل گئی تھی۔

آخر اس کے سالانہ امتحان شروع ہو گئے۔ اب حرا کو کچھ فکر ہوئی تو اس نے کتاب کھولی، بس پھر تو اس کا سر ہی چکرانے لگا۔ اسے تمام الفاظ گھومتے ہوئے محسوس ہوئے۔ جب پورا سال نہ پڑھا ہو تو آخری دو دنوں میں بھلا کیا ہو سکتا تھا؟ اب حرا نے ان دنوں میں بھی نہ پڑھنے کا فیصلہ کیا اور آرام سے لیٹ گئی۔ یہ دو دن بھی اس نے اسی طرح گزار دیے۔

آج حرا کا پہلا پیپر تھا اور وہ بس دعائیں پڑھ کر گھر سے نکل پڑی، لیکن کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ دعا کے ساتھ ساتھ دوا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ وہی ہوا جو ہونا تھا۔ نتیجہ آیا تو وہ بہت کم نمبروں سے پاس ہوئی تھی۔ اس نے جب فرسٹ آنے والی لڑکی کے چہرے پر کھلی مسکراہٹ دیکھی تو اس کو حسرت سی محسوس ہوئی۔ اب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ کمپیوٹر میں گُم ہو کر اس نے خود کو تباہ کرلیا ہے۔ اس نے عہد کیا کہ اگلی بار وہ ضرور محنت کرے گی اور اپنی اصلی منزل پا لے گی۔ اس نے محنت شروع کردی اور جب سالانہ امتحان کا نتیجہ آیا تو اس کے چہرے پر ذرا بھی حسرت نہیں تھی، کیوں کہ اس نے اپنی منزل پالی تھی۔

☆☆☆

مسکراتی لکیریں

ایک بوڑھا آدمی دفتر کے منیجر سے: ''آپ کے ہاں میرا پوتا رشید کام کرتا ہے، کیا میں اس سے مل سکتا ہوں؟''

منیجر: ''مجھے افسوس ہے، وہ دادا کے جنازے میں شرکت کے لیے تھوڑی دیر پہلے ہی گیا ہے۔''

مرسلہ: سیدہ اریبہ بتول، لیاری ٹاؤن

آئیے مصوری سیکھیں

غزالہ امام
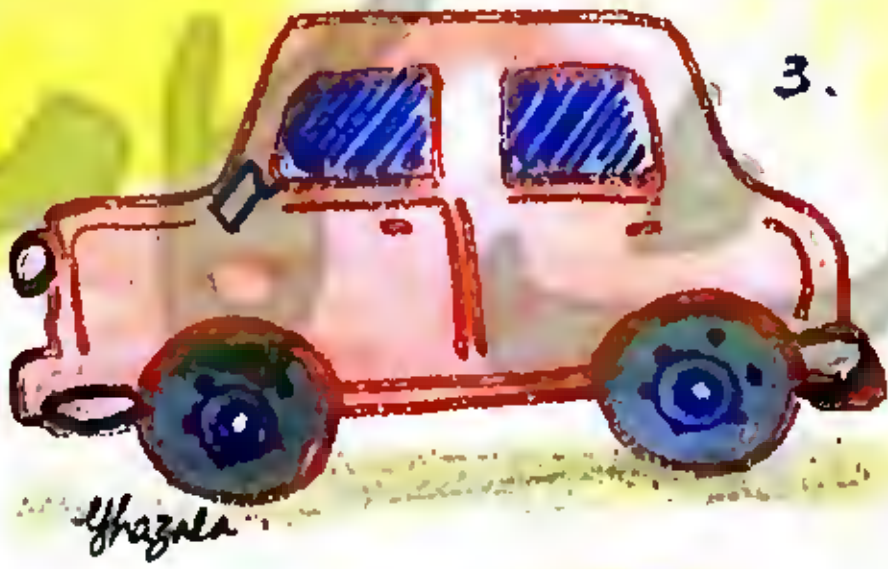
آسان خاکوں کی مدد سے بھی تصاویر بنائی جاسکتی ہیں۔ تصویر نمبر ایک میں دیکھیے ایک کار بنانے کی ابتدا کی گئی ہے۔ تصویر نمبر ۲ میں کار کی کھڑکیاں اور دروازے نمایاں کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی پہیے بھی لگا دیے گئے ہیں۔ تیری تصویر میں خاکے کو مزید واضح کیا گیا ہے۔ اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے دوسری تصاویر بھی بنائی جاسکتی ہیں۔ مشق جاری رکھیے۔

☆

بڑھیا کا انصاف

عبدالرؤف تاجور

پرانے زمانے کا ذکر ہے۔ کسی ملک کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک بڑھیا اپنے اکلوتے بیٹے کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ گاؤں کے قریب ہی ایک گھنا جنگل تھا، جس میں طرح طرح کے بہت سے جانور موجود تھے، لیکن حیرت کی بات تھی کہ ان میں ایک بھی خونخوار جانور نہیں تھا۔ ان جانوروں کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہ انسانوں کی طرح بات چیت کر سکتے تھے۔

ایک دن کچھ ایسا ہوا کہ بڑھیا کا لڑکا جنگل کے قریب آم کے ایک گھنے درخت کے نیچے بیٹھا اپنا چاقو تیز کر رہا تھا، اسے ایک بھونرے نے نہ جانے کیوں تنگ کرنا شروع

کر دیا۔ پہلے تو لڑکے نے منہ سے ہُش ہُش کی آواز نکال کر بھونرے کو بھگانے کی کوشش کی، جب وہ نہ مانا تو لڑکے نے غصے میں آ کر اپنا چاقو بھونرے کو کھینچ مارا۔ اگر چاقو بھونرے کو لگ جاتا تو یقینی طور پر اس کے دو ٹکڑے ہو جاتے، لیکن اس نے بڑی ہوشیاری سے خود کو بچایا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔ چاقو آم کے درخت کی ایک پتلی سی شاخ کو کاٹتا ہوا زمین پر گر گیا۔ لڑکے کی اس حرکت پر درخت کو غصہ آ گیا اور انتقاماً اس نے ایک بڑا سا آم لڑکے کے سر پر ٹپکا دیا۔ لڑکا اس عرصے میں اپنا چاقو اُٹھانے کے لیے اپنی جگہ سے ہٹ چکا تھا، اس لیے درخت کا ٹپکایا ہوا آم لڑکے کے سر پر گرنے کی بجائے قریب کھڑے ایک موٹے تازے مرغے کی پیٹھ پر گر گیا۔ مرغا خوف ناک آواز میں چیخا اور خونی نگاہوں سے درخت کو دیکھنے لگا، لیکن ظاہر ہے کہ ایک چھوٹا سا مرغا درخت کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ مرغے نے اپنا غصہ درخت کی جڑوں کے پاس بنے ہوئے چیونٹیوں کے ہزاروں گھروں پر اُتارا اور انھیں تباہ کر دیا۔ چیونٹیوں کو غصہ تو بہت آیا، لیکن اب ظاہر ہے کہ وہ مرغے سے مقابلہ تو نہ کر سکتی تھیں۔ انھوں نے کنڈلی مار کر بیٹھے ہوئے ایک سانپ پر حملہ کر دیا اور اسے کاٹ کاٹ کر برا حال کر دیا۔ سانپ نے کسی نہ کسی طرح چیونٹیوں سے نجات حاصل کی اور ان سے جنگ کرنے کی کوئی صورت نہ دیکھ کر تھوڑی دور کھڑے ایک ہٹے کٹے بکرے کی ٹانگ میں کاٹ لیا۔ بکرا درد کی شدت سے بے چین ہو کر بڑے زور سے چیخا اور فوراً جنگل میں گھس گیا۔ سانپ کے زہر کو ختم کر دینے والی جڑی بوٹیاں کھا کر جب وہ واپس لوٹا تو سانپ اپنے بل میں گھس کر خود کو محفوظ کر چکا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ بکرے کو بھی اپنا غصہ تو کسی نہ کسی پر اُتارنا ہی تھا۔ اس نے کیلے کے درختوں کو اپنے طاقت ور سینگوں سے تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ کیلے کے انھی درختوں میں ایک اُلو کا گھونسلا بھی تھا۔ وہ اس پریشانی سے گھبرا کر اپنے گھونسلے سے اُڑا اور ایک ہاتھی کے کان میں جا گھسا۔ ہاتھی بھلا اس مصیبت

کے لیے کہاں تیار تھا۔ وہ بہت زور سے چنگھاڑا، جس سے بدحواس ہو کر اُلو اس کے کان سے نکل کر قریبی جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ ہاتھی نے ایک بڑا سا پتھر اُٹھایا اور زور سے زمین پر دے مارا۔ پتھر گول تھا سو لڑھکتا ہوا بڑھیا کی جھونپڑی میں گھسا اور پچھلی دیوار کو توڑتا ہوا دور نکل گیا۔ بڑھیا اس وقت جھونپڑی میں نہیں تھی ورنہ اس کا کچومر نکل گیا ہوتا۔ تھوڑی دیر بعد جب بڑھیا لوٹی اور جھونپڑی کا یہ حال دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اس نے قریب پڑا ہوا ایک موٹا سا ڈنڈا اُٹھایا اور ہاتھی پر پل پڑی۔ ہاتھی گھبرا کر دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا۔

''کیا بات ہے بڑی بی! کیوں مار رہی ہو مجھے۔ کیا قصور کیا ہے میں نے؟''

''قصور کے بچے تُو نے میری جھونپڑی تباہ کر دی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا

تو نہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ تُو نے ہی کوئی بڑا سا پتھر اُٹھا کر پھینکا ہوگا۔ چل جھونپڑی کی مرمت کر یا مرمت کے پیسے دے۔'' بڑھیا غرّائی۔

''ٹھیک ہے بڑی بی! میں نے پتھر پھینکا تھا، لیکن یہ بھی تو پوچھو، کیوں پھینکا تھا۔ اگر اُلّو میرے کان میں گھس کر مجھے زخمی نہ کر دیتا تو مجھے کیا ضرورت تھی پتھر پھینکنے کی۔ اصل قصور تو اس کا ہے۔''

''چل مان لیا۔ اب مجھے بتا وہ اُلّو مجھے کہاں ملے گا؟''

''تلاش کر لو۔ یہیں کہیں جھاڑیوں میں چھپا بیٹھا ہوگا۔''

بڑھیا نے جھاڑیوں پر دو چار ڈنڈے مارے تو اُلّو گھبرا کر سامنے آ گیا: ''کیوں مائی! کیا ہو گیا ہے تمھیں، کیوں میری نیند میں خلل ڈال رہی ہو۔ تم جانتی ہو میں دن کے وقت آرام کیا کرتا ہوں۔''

''آرام کے بچے! تیری وجہ سے میری جھونپڑی تباہ ہوئی۔ چل اس کی مرمت کر یا مرمت کے پیسے دے۔''

'اس میں میرا کوئی قصور نہیں مائی! سارا قصور اس بکرے کا ہے، جس نے نہ جانے کیوں کیلے کے درختوں کے پورے جُھنڈ کو تباہ کر دیا۔ اسی جُھنڈ میں میرا گھونسلا بھی تھا۔ میں ڈر کر بھاگا اور اتفاق سے ہاتھی کے کان میں گھس گیا۔''

''چل مان لیا۔ اب مجھے بتا، وہ منحوس بکرا مجھے کہاں ملے گا؟''

''وہ دیکھو سامنے آم کے پیڑ کے سائے میں بیٹھا جگالی کر رہا ہے۔''

بڑھیا نے غصے میں دو ڈنڈے اسے بھی رسید کر دیے: ''چل اُٹھ۔ جا کر میری جھونپڑی کی مرمت کر یا مرمت کے پیسے دے۔ ورنہ مار مار کر تیرے ہوش ٹھکانے لگا دوں گی۔ تیری وجہ سے میری جھونپڑی تباہ ہوئی ہے۔''

''اس میں میرا کوئی قصور نہیں اماں جی!'' بکرا ممنایا:''اگر سانپ میری ٹانگ پر نہ کاٹتا تو بھلا مجھے کیلے کے درخت کو تباہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ سارا قصور اس سانپ کا ہے۔''

سانپ قریب ہی گنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ بڑھیا کو غصے میں دیکھ کر فوراً اپنے بل میں گھس گیا اور سر نکال کر باہر دیکھنے لگا۔

''باہر نکل نامراد!'' بڑھیا نے گرج کر کہا:''تیری وجہ سے میری جھونپڑی تباہ ہوئی۔ جا اور جا کر اس کی مرمت کر یا مرمت کے پیسے دے۔''

''میں کیا کرتا ماں جی!'' سانپ نے بڑی عاجزی سے کہا:''مجھ پر ہزاروں، لاکھوں چیونٹیوں نے خواہ مخواہ ہی ہلا بول دیا تھا۔ انھوں نے کاٹ کاٹ کر میرا وہ حال کر دیا تھا کہ کیا بتاؤں۔ بس میں نے غصے میں آ کر بکرے کو کاٹ لیا۔ آخر مجھے اپنا غصہ کسی نہ کسی پر تو اُتارنا ہی تھا۔''

اب بڑھیا چیونٹیوں کے قریب گئی اور سرد لہجے میں بولی:''لو چل کر میری جھونپڑی کی مرمت کرو یا مرمت کے پیسے دو، ورنہ میں کھولتا ہوا پانی لا کر تم سب پر ڈال دوں گی اور یوں تمھارے مکانات ہی نہیں پوری آبادی ختم ہو جائے گی۔''

خوف سے چیونٹیاں کانپنے لگیں۔

''ایسا ظلم نہ کرو ماں جی! پہلے پوری بات سن لو۔ سارا قصور اس مرغے کا ہے جو تمھارے دائیں جانب ایک ٹانگ پر کھڑا اذان دے رہا ہے۔ اسی بدبخت نے خواہ مخواہ ہمارے سارے مکانات تباہ کر دیے، حال آں کہ ہماری اس سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ بس ہم نے اپنا غصہ سانپ پر اُتار دیا۔''

اب بڑھیا دبے پاؤں مرغے کی طرف بڑھی اور قریب جا کر ایک ڈنڈا اسے بھی

مارا۔ مرغا اُچھل کر کچھ دور بھاگ گیا: ''یہ آج تمھیں کیا ہو گیا ہے بڑی بی! میں نے تمھیں کیا تکلیف دی تھی کہ خواہ مخواہ مجھے ڈنڈا مار دیا۔ لگتا ہے تمھارا دماغ چل گیا ہے۔''

''تیری وجہ سے میری جھونپڑی تباہ ہو گئی اور اُلٹا کہہ رہا ہے کہ میرا دماغ چل گیا ہے۔ اب سیدھی طرح چل کر میری جھونپڑی کی مرمت کر یا مرمت کے پیسے نکال۔''

''سنو بڑی بی! تمھاری جھونپڑی کی تباہی میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ سارا قصور اس آم کے درخت کا ہے۔ اس سے پوچھو کہ اس نے ایک بڑا سا آم مجھے کھینچ کر کیوں مارا۔ میں نے آخر اس کا کیا بگاڑا تھا۔ اب دیکھو نا میں درخت سے جنگ تو نہ کر سکتا تھا، سو میں نے اپنا سارا غصہ چیونٹیوں کے مکانات پر اُتار دیا۔''

اب بڑھیا نے درخت سے کہا: ''تیری ایک شرارت کی وجہ سے حادثات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ اگر تُو مرغے کی پیٹھ پر آم نہ ٹپکاتا تو یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ آخر تجھے یہ سوجھی کیا تھی؟''

''میں نے وہ آم تیرے بیٹے کے سر پر ٹپکایا تھا ماں جی! لیکن نشانہ خطا ہو گیا اور آم قریب کھڑے مرغے کی پیٹھ پر گر گیا۔'' درخت نے جواب دیا۔

''میرے بیٹے کے سر پر، وہ کیوں؟'' بڑھیا نے حیرانی سے پوچھا۔

''اس لیے کہ میری نئی نویلی شاخ کو تیرے بیٹے نے کاٹا تھا۔ وہ اچھا بھلا میرے سائے میں بیٹھا اپنا چاقو تیز کر رہا تھا کہ اچانک پتا نہیں کیوں اسے فضا میں اُچھال دیا جو میری شاخ کو کاٹتا ہوا زمین پر گر گیا۔ وہ دیکھو تمھارا بیٹا آ رہا ہے اسی سے پوچھ لو۔''

بیٹے نے بڑھیا کے قریب پہنچ کر کہا: ''تم یہاں کیا کر رہی ہو اماں! جا کر جھونپڑی کی خبر لو، کسی نے اسے تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔''

بڑھیا نے غصے سے اسے بھی دو تین ڈنڈے مارے: ''بد بخت! جھونپڑی تیری وجہ

سے تباہ ہوئی ہے۔ اگر تُو اپنا چاقو پھینک کر درخت کی شاخ کو نہ کاٹتا تو جھونپڑی تباہ نہ ہوتی۔ آخر تُو نے خوامخواہ اس شاخ کو کاٹا ہی کیوں تھا؟''

''میں نے جان بوجھ کر نہیں کاٹا اماں!'' لڑکا منمنا کر بولا: ''ایک بھونرا بڑی دیر سے مجھے تنگ کر رہا تھا۔ میں نے تو اسے مارنے کے لیے چاقو پھینکا تھا، جو غلطی سے درخت کی شاخ پر جا لگا۔ میں بھلا جان بوجھ کر کسی پھل دار درخت کی شاخ کو کیوں کاٹوں گا۔ میں اس غلطی پر بے حد شرمندہ ہوں۔''

''کہاں ہے وہ منحوس بھونرا، جو اس سارے فساد کی جڑ ہے۔'' بڑھیا نے گرج کر کہا: ''جا اسے تلاش کر کے میرے سامنے لا۔''

لیکن بھونرا اتنا بے وقوف نہیں تھا کہ بڑھیا کے سامنے آ کر اپنی صفائی پیش کرتا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر بڑھیا نے اسے بھی ایک آدھ ڈنڈا مار دیا تو اس کا قیمہ بن جائے گا۔ چناں چہ وہ پتوں کی آڑ لیتا ہوا چپکے سے جنگل کے اندر غائب ہو گیا۔

''سن بے وقوف لڑکے!'' بڑھیا نے تھوڑی دیر بعد اپنے بیٹے سے کہا: ''بھونرا تو ملا نہیں۔ اب میں دوسرے نمبر پر تجھے قصور وار سمجھتی ہوں۔ اگر تُو نے اس پر چاقو پھینکنے کی بجائے چھوٹا سا پتھر یا ڈھیلا پھینکا ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی اور حادثات کا یہ سلسلہ ہرگز شروع نہ ہوتا۔ اپنی خیریت چاہتا ہے تو فوراً جھونپڑی کی مرمت شروع کر دے اور مدد کے لیے گاؤں سے اپنے دوستوں کو بھی بلا لے اور سن شام تک جھونپڑی بالکل تیار ہو جانی چاہیے۔''

ایندھن کے لیے خشک لکڑیاں اور جھاڑیاں جمع کر کے بڑھیا شام کے وقت لوٹی تو جھونپڑی تیار ہو چکی تھی۔ اس کی مرمت میں ہاتھی نے بھرپور مدد کی تھی۔

☆☆☆

شیخ سعدی کی باتیں

عالم اور وزیر

مصر میں دو امیرزادے رہتے تھے۔ ایک نے علم سیکھا، دوسرے نے مال جمع کیا۔ پہلا بڑا عالم بن گیا، دوسرا مصر کا وزیر بن گیا اور عالم کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اس نے کہا کہ میں نے حکومت حاصل کر لی اور تُو حقیر فقیر ہی رہا۔ عالم نے جواب دیا کہ اے بھائی! اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر مجھے ادا کرنا چاہیے کہ اس نے مجھے پیغمبروں کا ورثہ یعنی علم عطا کیا۔ تجھے فرعون وہامان کی میراث یعنی مال ملا، یعنی مصر کی حکومت۔

میں وہ چیونٹی ہوں جس کو پیروں سے مَل دیتے ہیں۔ وہ بھڑ نہیں ہوں کہ لوگوں کو اپنے ڈنک سے رُلاؤں۔ اس نعمت کا شکر میں کیسے ادا کروں کہ مجھ میں لوگوں کو آزار اور تکلیف پہنچانے کی طاقت نہیں ہے۔

سخاوت اور بہادری

ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ سخاوت اور بہادری میں کون سی چیز بہتر ہے۔ اس حکیم نے جواب دیا: ”جس میں سخاوت ہے اس کو بہادری کی ضرورت نہیں ہے۔“

بہرام گور کی قبر پر لکھا ہوا ہے کہ سخاوت کا ہاتھ طاقت ور بازو سے بہتر ہے۔ حاتم طائی نہیں رہا، لیکن اس کا نام ہمیشہ نیکی میں مشہور رہے گا۔ مال کی زکوٰۃ نکالتا رہ، کیوں کہ جب مالی انگور کے بے کار شاخیں کاٹ پھینکتا ہے تو انگور زیادہ آتا ہے۔ ☆

بیت بازی

ہوئی مدت کہ غالب مرگیا، پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا

شاعر: مرزا غالب　پسند: ارسلان اللہ خان، حیدر آباد

اُمید اچھی ، خیال اچھا رکھو
اکبر! اللہ پر بھروسا رکھو

شاعر: اکبر الہ آبادی　پسند: ذوالفقار علی، کراچی

اپنا زمانہ آپ بناتے ہیں اہلِ دل
ہم وہ نہیں کہ جن کو زمانہ بنا گیا

شاعر: جگر مراد آبادی　پسند: کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

وفا اُن دنوں کی بات ہے فراز
جب مکان کچے اور لوگ سچے تھے

شاعر: احمد فراز　پسند: مشعل نایاب، کراچی

دلوں کو جوڑتی ہے، سلسلہ بناتی ہے
ہر امتحاں میں دعا راستہ بناتی ہے

شاعر: افتخار عارف　پسند: بہادر علی حیدر گڈانی بلوچ، کنڈیارو

کون میرا شریکِ غم ہوگا
یہ جنون خود بخود ہی کم ہوگا

شاعر: آفاق صدیقی　پسند: شائلہ خاور، کراچی

آؤ چپ کی زبان میں ناصر
اتنی باتیں کریں کہ تھک جائیں

شاعر: ناصر کاظمی　پسند: زین ناصر، فیصل آباد

پرانے زخم ابھی مندمل ہوئے بھی نہ تھے
بنا یہ کس نے نئی دشتوں کی ڈالی

شاعر: فیض احمد فیض　پسند: ایمان عائشہ، نواب شاہ

کوئی نہ دیکھے کہ پیڑ ہے سایہ دار کتنا
ہر اک اسے کاٹنے کو ہے بے قرار کتنا

شاعر: احسن زیدی　پسند: ارسلان عمر، کراچی

کوئی اس شہر میں آسیب صدا دیتا ہے
جو دِیا لے کے نکلتا ہوں، بجھا دیتا ہے

شاعر: رضی اختر شوق　پسند: علینہ سلیم، رحیم یار خان

لہو پھولوں پہ ملنا چاہتا ہوں
میں یوں موسم بدلنا چاہتا ہوں

شاعر: انوار فیروز　پسند: امین ریاض، کوئٹہ

مِری گرفت میں آ کر نکل گئی تتلی
پَروں کے رنگ مگر رہ گئے ہیں مٹھی میں

شاعر: شکیب جلالی　پسند: امیمہ ریان، نارتھ کراچی

دل کے معاملوں میں زباں معتبر نہیں
ہے معتبر نظر سے نظر کا کہا ہوا

شاعر: خورشید رضوی　پسند: منیر نواز، کراچی

نہ جانے کون دعاؤں میں یاد رکھتا ہے فراز
میں ڈوبتا ہوں، سمندر اُچھال دیتا ہے

شاعر: احمد فراز　پسند: وجیہ تسکین، نارتھ کراچی

انعامی سلسلہ ۲۳۲ — سلیم فرخی

معلومات افزا

معلومات افزا کے سلسلے میں حسبِ معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ جوابات صحیح دیں اور انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸- اپریل ۲۰۱۵ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا بہت صاف لکھیں۔ ادارۂ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ حضرت موسیٰؑ کی اہلیہ کا نام حضرت .... تھا۔ (زلیخا ۔ صفورا ۔ بلقیس)

۲۔ حضرت علیؓ کا نکاح حضرت فاطمہؓ سے ہجرت کے .... سال میں ہوا تھا۔ (دوسرے ۔ تیسرے ۔ چوتھے)

۳۔ اندلس میں بنی امیہ کے پہلے حکمراں .... تھے۔ (عبدالرحمٰن اول ۔ مروان اول ۔ معاویہ اول)

۴۔ گوادر .... میں پاکستان کا حصہ بنا تھا۔ (۱۹۵۲ء ۔ ۱۹۵۶ء ۔ ۱۹۵۸ء)

۵۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی پہلی خاتون گورنر .... تھیں۔

(رعنا لیاقت علی خاں ۔ ڈاکٹر شمشاد اختر ۔ ملیحہ لودھی)

۶۔ کراچی میں پاکستان اسٹیل ملز کا سنگ بنیاد .... نے رکھا تھا۔ (یحییٰ خان ۔ ذوالفقار علی بھٹو ۔ ضیاء الحق)

۷۔ منگو خان، قبلائی خان، ہلاکو خان اور اریق بوغا، چنگیز خان کے .... تھے۔ (بھائی ۔ بیٹے ۔ پوتے)

۸۔ مشہور ادیب جارج برنارڈ شا کی پیدائش ۱۸۵۶ء میں .... میں ہوئی۔ (اسکاٹ لینڈ ۔ آئرلینڈ ۔ فن لینڈ)

۹۔ جنوری ۱۹۳۳ء میں .... جرمنی کا چانسلر بنا۔ (نپولین ۔ ہٹلر ۔ موسیولینی)

۱۰۔ پاکستان کے پہلے وزیر مواصلات .... تھے۔ (راجا غضنفر علی ۔ فضل الرحمٰن ۔ سردار عبدالرب نشتر)

۱۱۔ کاسابلانکا .... کا ایک شہر ہے۔ (انڈونیشیا ۔ لیبیا ۔ مراکش)

۱۲۔ مشہور شاعر.........کا اصل نام فاروق احمد تھا۔ (فانی بدایونی ۔ محشر بدایونی ۔ شکیل بدایونی)

۱۳۔ ''طاؤس'' عربی زبان میں.........کو کہتے ہیں۔ (مرغی ۔ مور ۔ کبوتر)

۱۴۔ پاکستان کا موجودہ آئین ۱۰ ار.........۱۹۷۳ء کو منظور ہوا تھا۔ (اپریل ۔ مئی ۔ جون)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے ''بھاگتے چور کی.........'' (جوتی ۔ لنگوٹی ۔ ٹوپی)

۱۶۔ مرزا غالب کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے۔

جب توقع ہی اُٹھ گئی غالب کیوں کسی کا.........کرے کوئی (آسرا ۔ گلہ ۔ شکوہ)

کوپن برائے معلومات افزا نمبر ۲۳۲ (اپریل ۲۰۱۵ء)

نام : ....

پتا : ....

....

....

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸-اپریل ۲۰۱۵ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام لکھیں اور صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (اپریل ۲۰۱۵ء)

عنوان : ....

نام : ....

پتا : ....

....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ -اپریل ۲۰۱۵ء تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکا دیجیے۔

ننھا سہارا

جدون ادیب

اس دن میں نے خود کو بہت کم زور محسوس کیا جب تنگ دستی کے باوجود میرے بیٹے نے مجھ سے اپنے ہفتہ وار جیب خرچ کا تقاضا کیا۔ پچھلا ہفتہ بہت خراب گزرا تھا۔ کارخانوں میں گیس کی بندش کی وجہ سے کام بند تھا۔ میرا کام بھی ٹھیکے کا تھا یعنی جتنا کام کر لیتا، اتنی اُجرت مل جاتی۔ کوئی تنخواہ یا لگی بندھی آمدنی نہ تھی۔ اگر کام مستقل چل رہا ہو تو خرچ کے علاوہ بچت بھی ہو جاتی تھی۔ میرا چھوٹا بیٹا تین سال کا تھا۔ ظاہر ہے وہ ان معاملات کو نہیں سمجھ سکتا، مگر بڑا بیٹا پارس چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا اور دوسرے بچوں کے مقابلے میں ذہین اور سمجھ دار تھا۔ گھر کے حالات اس کے سامنے تھے۔ اس دن جب اس نے معمول کے مطابق اپنا ہفتہ وار خرچ مانگا تو مجھے حیرت ہوئی، بلکہ دکھ ہوا کہ میرا سمجھ دار بیٹا گھر کے خراب حالات کو محسوس نہیں کر رہا۔ میں جو یہ سوچا کرتا تھا کہ پارس بڑا ہو کر میرا دست و بازو بنے گا، مگر سچی بات ہے اس دن مجھے لگا کہ میں اکیلا ہوں اور مرتے دم تک مجھے روزگار کے لیے جدوجہد کرنا پڑے گی۔ میں نے ٹھیکیدار سے دو دن پہلے ہزار روپے ایڈوانس لیے تھے۔ میں نے جیب سے سو کا نوٹ نکال کر پارس کی طرف بڑھایا تو اس نے ایک دم سے نوٹ لے لیا۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور وہ بولا: ”پپا! زندہ باد، مجھے پتا ہے، آپ کے پاس پیسے کم ہیں، لیکن جب بالکل نہیں ہوں گے تو میں آپ سے پیسے کبھی نہیں مانگوں گا۔“

''جب تک ہیں، لے لیا کرو۔'' میں نے بے دلی سے کہا۔

اگلے دن اور مشکل میں گزرے۔ ٹھیکیدار خود مالی مشکلات کا شکار تھا، اس لیے ایک دن وہ چپکے سے غائب ہو گیا۔ اس نے اپنا موبائل فون بھی بند کر دیا۔ میرے گھر میں نوبت فاقوں تک آن پہنچی۔

میں اکیلا اس مشکل میں نہیں گھرا ہوا تھا۔ مجھ جیسے ہزاروں لوگوں کے چولہے ٹھنڈے ہو چکے تھے، جو فیکٹریوں میں کام کر رہے تھے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ گیس کا پریشر کم ہو چکا تھا۔ مزدور طبقہ سڑکوں پر نکل آیا۔ میں بھی اس احتجاج کا حصہ تھا۔ ہم اپنے حق کے لیے مظاہرے کرنے لگے۔ پھر ان مظاہروں میں تشدد ہوا، پولیس نے جلوس کو روکنے کی کوشش کی۔ مظاہرین مشتعل ہوئے تو پولیس ان پر ٹوٹ پڑی۔ مجھے اس کے بعد صرف اتنا یاد ہے کہ میرے سر پر ایک ڈنڈا پڑا ہے اور میں بے ہوش ہو کر سڑک پر گر پڑا۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں اسپتال میں تھا۔ ان مظاہروں کے نتیجے میں ایک مزدور اتحاد وجود میں آیا تھا۔ وہی لوگ میرا علاج کروا رہے تھے۔ میرے سر کا زخم بہت گہرا تھا۔ مجھے ہفتوں اسپتال میں رہنا تھا۔

میں سوچتا تھا کہ گھر کے اخراجات کس طرح پورے ہو رہے ہوں گے۔ ڈاکٹروں نے زیادہ ملاقاتوں اور بات چیت پر پابندی لگا رکھی تھی اور گھر والوں کو منع کیا تھا کہ مجھے پریشان نہ کریں۔ شاید اسی لیے میری بیوی اپنی پریشانیوں کا ذکر مجھ سے نہیں کرتی تھی۔ جب تین مہینے بعد مجھے اسپتال سے فارغ کیا گیا تو میں ایک

دوست کے ساتھ گھر آ گیا۔ اپنے بیوی بچوں کو میں حیران کرنا چاہتا تھا۔

جب میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میری بیوی گھر کے صحن میں سلائی مشین پر کام کر رہی ہے۔ مجھے بہت حیرت ہوئی۔ وہ اکثر کہا کرتی تھی کہ مجھے ایک سلائی مشین دلوا دیں، میں بچوں کے کپڑے سی کر کچھ پیسے کما لوں گی، مگر میں ہمیشہ منع کر دیتا تھا کہ ایک تو اتنے پیسے نہیں ہوتے تھے کہ مشین خرید سکیں اور دوسرے یہ کہ مجھے یہ بات پسند نہ تھی۔ اب جب کہ ایک بات ہو چکی تھی تو مجھے اتنی محسوس نہ ہوئی، مگر یہ ہوا کیسے؟ یہ جاننا ضروری تھا۔ میری اچانک آمد اور مکمل صحت یابی میرے گھر والوں کے لیے بہت خوشی کی خبر تھی۔ باتیں اتنی تھیں کہ ختم ہی نہیں ہو پا رہی تھیں۔ ایک دفعہ میں نے بیوی سے پوچھا بھی کہ یہ سلائی مشین کب اور کیسے لی، مگر وہ ٹال گئی۔

رات کو کھانے کے بعد میرا بیٹا پارس بے فکر نیند میں سو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ سی تھی۔ میں نے سوالیہ انداز میں بیوی کی طرف دیکھا۔ وہ بولی: ''آپ دیکھ رہے ہیں میرے بچے کو......''

''ہاں......'' میں نے آہستگی سے کہا: ''مجھے افسوس ہے کہ میں اپنی اولاد کی توقعات پوری نہ کر سکا۔ یہ اپنے ہفتہ وار خرچے کے لیے تو تمھیں بہت تنگ کرتا ہوگا!''

''نہیں!'' میری بیوی نے فخریہ لہجے میں کہا: ''آپ کے زخمی ہو جانے کے بعد اس نے مجھے بالکل تنگ نہیں کیا، بلکہ یہ اپنی عمر سے بڑا اور سمجھ دار نظر آنے لگا۔ آپ پوچھ رہے تھے نا کہ میں نے سلائی مشین کیسے لی! پیسے مجھے پارس نے دیے تھے۔''

''پارس نے؟'' میرے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں..... آپ اسے جو جیب خرچ دیتے تھے، وہ بالکل خرچ نہیں کرتا تھا۔ اس نے دو سال تک ایک روپیہ خرچ نہیں کیا۔ عیدی کے پیسے بھی جمع کرتا رہا۔ آخر ایک دن اس نے اپنی جمع پونجی میرے سامنے ڈھیر کر دی۔ تب مجھے پتا چلا کہ ہمارا بچہ کتنا سمجھ دار ہے۔ وہ گھر کے حالات سے باخبر تھا اور چپکے چپکے کسی بُرے وقت کے لیے پیسے جمع کر رہا تھا۔''

میری بیوی تفصیل سے بتائے جا رہی تھی اور میں ایک عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ پارس کو میرے حالات کا اندازہ نہیں ہے جب کہ درحقیقت وہ میرا دست و بازو بننا چاہتا تھا اور آخر اس نے اپنی عمر سے بڑھ کر اس بات کو ثابت کر دیا تھا۔

بیوی نے مزید بتایا: ''اس نے پارس کی جمع پونجی سے مشین لے لی۔ بازار سے کپڑوں کے ٹکڑے مل گئے، جن سے اس نے بچوں کے کپڑے تیار کر کے فروخت کرنے شروع کر دیے اور اس سے گھر کی گزر بسر بھی ہونے لگی ہے۔ اب میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے تیار کپڑوں کو ہفتہ وار بازار میں فروخت کیا کریں۔ مجھے اُمید ہے اللہ ہمیں اس کام میں بہت برکت دے گا۔'' میری بیوی نے فیصلہ سنا دیا۔

میری آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔ میں نے آہستگی سے اپنے بیٹے کے ماتھے پر پیار کیا۔ واقعی میرا بیٹا، میرا سہارا بن چکا تھا۔

☆☆☆

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ فروری ۲۰۱۵ء کے بارے میں ہیں

❁ فروری ۲۰۱۵ء کے سرورق پر عبدالرافع تو بے حد اچھا لگ رہا تھا، لیکن اس کا بیک گراؤنڈ یعنی پیچھے کا حصہ خاص نہیں لگا۔ جاگو جگاؤ اور پہلی بات ہمیشہ کی طرح انمول موتی ہے۔ روشن خیالات اپنے نام کی طرح ہر طرف روشنی پھیلاتے رہیں۔ ''عظیم ماں'' میں آپ کی والدہ محترمہ کے بارے میں مضمون پڑھا۔ واقعی وہ سب کے لیے صبر و ضبط کا نمونہ تھیں۔ ''وطن کی مٹی'' ایک لاجواب تحریر تھی۔ ''صدر صاحب'' ایک مزاحیہ تحریر تھی۔ ''اپنا درد'' ایک سبق آموز تحریر تھی۔ ''چوزہ چور'' اور ملا دوپیازہ'' بھی اچھی لگیں۔ ''اصل طاقت'' پڑھ کر سوچا کہ کاش! ہمارے ملک کے بادشاہ بھی ایسے ہو جاتے، لیکن پھر خیال آیا کہ بادشاہ یا صدر بھی ہم میں سے ہوتے ہیں۔ خیر، اگر میں اس پر مضمون لکھنے بیٹھ جاؤں تو میرے لیے صفحات بھی کم پڑ جائیں گے۔ ویسے میں اس عنوان پر لکھوں گی نہیں۔ ''ہنسی گھر'' کچھ خاص نہیں تھا۔ ''نونہال مصور'' میں سب کی ڈرائنگ لاجواب تھیں۔ کسی ایک کی تعریف کرنا دوسروں کے ساتھ زیادتی ہے۔ ''بلاعنوان انعامی کہانی'' میں چن کی چالاکی پر بہت غصہ آیا، لیکن غصے کو پی گئے، کیوں کہ غصہ ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ ''نونہال ادیب'' میں سب ہی کی کوششیں اچھی تھیں۔ ''جھوٹے نواب'' بھی سبق آموز تحریر تھی۔ ''ننھی منی چڑیا'' کہانی بھی زبردست تھی۔ انکل! اگر ہم کوئی کہانی بھیجیں تو وہ کتنے مہینے کے بعد چھپ جاتی ہے، اگر اشاعت کے قابل ہو تو۔ انکل! سرورق کی تصویر بھیجنے کا طریقہ بتا دیں اور پلیز اپنی بھی کوئی تصویر نونہال میں شائع کر دیں۔ پلیز! ۔

عرشیہ نوید حسنات احمد، کراچی۔

کہانی میں جتنی طاقت ہوتی ہے، اتنی ہی جلدی چھپ جاتی ہے۔ سرورق کے لیے پوسٹ کارڈ سائز کی تصویر بھیجی جا سکتی ہے۔

❁ فروری کا شمارہ پسند نہیں آیا۔ نعیم اللہ کی کہانی 'اپنا درد' اور جاوید بسام کی بلاعنوان کہانی کو اچھی کاوش قرار دیا جا سکتا ہے۔ ''وطن کی مٹی'' ''صدر صاحب'' اور ''چوزہ چور'' درمیانے درجے کی تحریریں تھیں۔ فضیلہ ذکاء بھٹی کی کہانی ''اصل طاقت'' کا طرزِ تحریر متاثر نہ کر سکا۔ ''جھوٹے نواب'' میں بڑوں کی بے ادبی کا تاثر ملا۔ ''بچوں کا غالب'' موضوع کے مطابق محسوس نہ ہوا۔ (نظم) گھڑی کی ٹک ٹک نے اچھا پیغام دیا۔ **ریان سہیل، اسلام آباد۔**

❁ بلاعنوان انعامی کہانی اور ''تعبیر'' بہت سبق آموز کہانیاں تھیں۔ نظم ''نئے سال کا پیغام'' بہت زبردست تھی۔ **پلوشہ مریم، پشاور۔**

❁ سب سے پہلے جاگو جگاؤ، پھر پہلی بات اور اس کے بعد روشن خیالات پڑھے۔ مضامین میں ایک عظیم ماں

(مسعود احمد برکاتی)، بچوں کا غالب (مسلم ضیائی) اچھے تھے۔ کہانیوں میں صدر صاحب، وطن کی مٹی اور جھوٹے نواب اچھی تھیں، البتہ بلاعنوان انعامی کہانی ٹاپ تھیں۔ **محمد شاہ زیب، بہاولپور۔**

❁ فروری کا شمارہ لاجواب تھا، سرورق تمام شماروں سے بازی لے گیا۔ صدر صاحب چوزہ چور اور بلاعنوان کہانیاں زبردست لگیں، جب کہ مضامین میں سب ہی اچھے تھے۔ جاگو جگاؤ، اور پہلی بات دو اہم سلسلے ہیں۔ ہنڈ کلیا ایک ذائقے دار سلسلہ ہے۔ نظمیں ''دعا'' اور ''کس کو کیا معلوم'' پسند آئیں۔ **محمد افضل انصاری، چوہنگ سٹی۔**

❁ فروری میں جاگو جگاؤ دل چھو لینے والے الفاظ میں تھا۔ سرورق کی تصویر زیادہ پسند نہیں آئی۔ باقی سلسلے اچھے تھے۔ صدر صاحب (سمیعہ غفار میمن) جھوٹے نواب (محمد اقبال شمس)، وطن کی مٹی (محمد شاہد حفیظ) اور اپنا درد (نعیم اللہ) اچھی کہانیاں تھیں۔ بچوں کا غالب (مسلم ضیائی) اور ایک عظیم ماں (مسعود احمد برکاتی) اچھی تحریریں تھیں۔ **کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری۔**

❁ فروری کا شمارہ قابلِ تعریف تھا۔ سرورق نہایت عمدہ تھا۔ اچھی تحریروں میں ایک عظیم ماں، وطن کی مٹی، ملادوپیازہ، جھوٹے نواب، بلاعنوان انعامی کہانی شامل تھیں۔ نظموں میں کسی کو کیا معلوم، مرزا غالب، گھڑی کی ٹِک ٹِک بہت اچھی تھیں۔ کہانی ننھی منی چڑیا سب سے زیادہ اچھی تھی۔ **ناہید ضمیر کھوسو، کراچی۔**

❁ شمارہ فروری بھی بہترین تھا۔ آپ کی تحریر ''ایک عظیم ماں'' نے ہمارے ذہن میں ماں کی عظمت کو اور زیادہ سمجھنے میں مدد دی۔ کہانیوں میں تو ساری ہی اچھی تھیں، لیکن وطن کی مٹی اور بلاعنوان کہانی بہترین تھیں۔ لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ **اسحار بن ناصر، کراچی۔**

❁ فروری کا شمارہ زبردست ہے۔ تمام تحریریں لاجواب تھیں۔ نونہال ادیب، علم دریچے، بیت بازی اور روشن خیالات زبردست تھے۔ بلاعنوان انعامی کہانی کچھ زیادہ اچھی نہ تھی۔ **سیّدہ اریبہ بتول، کراچی۔**

❁ فروری کا شمارہ بے حد پسند آیا۔ جاگو جگاؤ میں بہت عمدہ بات کا ذکر کیا گیا۔ ''روشن خیالات'' اور ''عظیم ماں'' اچھی تحریریں تھیں۔ اللہ ہر کسی کو اس کی ماں کا پیار نصیب کرے۔ آمین! نظموں میں ''کسی کو کیا معلوم'' (ضیاء الحسن ضیا) ''بچوں کا غالب'' (قمر ہاشمی) اور گھڑی کی ٹِک ٹِک (شمس القمر عاکف) بہت پسند آئیں۔ مضامین میں ''حضرت لقمان کی نصیحت'' ''ملادوپیازہ'' ''چوزہ چور'' اور ''جھوٹے نواب'' لاجواب تھی، علم دریچے میں بہت عمدہ تحریریں تھیں۔ **محمد جہانگیر عباس جوئیہ، کراچی۔**

❁ جاگو جگاؤ، پہلی بات اور روشن خیالات اچھی تحریریں تھیں۔ تیرھویں کرسی (وقار محسن) اللہ نے ملائی جوڑی (انور فرہاد) کسوٹی، جادوئی تحفہ (احمد عدنان طارق) اچھی کہانیاں تھیں۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر بلاعنوان کہانی (جاوید بسام) پسند آئی۔ دوسری کہانیاں بھی ہمیشہ کی

طرح لاجواب تھیں۔ ننھی منی چڑیا، وطن کی مٹی، ملادو پیازہ جیسی کہانیاں شائع ہونی چاہییں۔ اصل طاقت بھی اچھی کاوش تھی۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر ''ایک عظیم ماں'' اچھی تھی۔ **ناعمہ، آسیہ، عافیہ، زہیر، عالیہ کراچی۔**

❁ فروری کا شمارہ ٹاپ پر تھا۔ ہر ماہ کی طرح اس شمارے کی تمام تر تحریریں اچھی تھیں۔ ویسے تو نونہال میرا پسندیدہ رسالہ لیکن میری خواہش ہے کہ اگر اس میں ایک اور چیز کا اضافہ کر دیا جائے تو کیا ہی بات ہوگی۔ انکل میں چاہتی ہوں کہ آپ ہر ماہ (HOROSCOPE) اس رسالے میں شائع کیا کریں۔ **بشریٰ رانا، مرید کے۔**

بیٹی! مجھے آپ کے مشورے سے اتفاق نہیں ہے۔

❁ فروری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ صدر صاحب اور چوزہ چور پڑھ کر بہت ہی مزہ آیا۔ اصل طاقت (فضیلہ ذکاء بھٹی) وطن کی مٹی (محمد شاہد حفیظ) ننھی منی چڑیا اور چھوٹے نواب بھی اچھی کہانیاں تھیں۔ بلاعنوان کہانی شمارے کی نمبرون اور سبق آموز کہانی تھی۔ بیت بازی کے تمام اشعار زبردست تھے۔ تمام کہانیاں بہت ہی اچھی لگیں۔ **مہناز محمد رمضان مغل۔ نواب شاہ۔**

❁ اس بار کا شمارہ بھی اچھا تھا۔ کہانیوں میں سے وطن کی مٹی اور بلاعنوان کہانی پسند آئیں۔ اس بار لطیفے کچھ خاص نہیں لگے۔ **زینب ناصر، فیصل آباد۔**

❁ فروری کا جاگو جگاؤ اور پہلی بات اچھی لگی۔ روشن خیالات اور دعا بھی اچھی لگی۔ ''ایک عظیم ماں'' خوب صورت تحریر تھی، جو دل پر اثر کر گئی۔ بچوں کا غالب، حضرت لقمان کی نصیحتیں، چوزہ چور، زبردست تحریریں تھیں اور ملادو پیازہ کے تو کیا کہنے۔ وطن کی مٹی، اپنا ورد، اصل طاقت، چھوٹے نواب اور بلاعنوان کہانی معلوماتی اور دل کو چھو لینے والی کہانیاں تھیں۔ صدر صاحب پڑھ کر ہنسی نہیں آئی۔ نونہال خبر نامہ معلوماتی تھا۔ نظمیں تمام اچھی تھیں۔ ''آیئے مصوری سیکھیں'' سیکھنے میں مزہ آیا۔ ہنڈکلیا میں ''چاول کے کباب'' پڑھ کر منھ میں پانی آ گیا۔ آپ لوگوں کی محنت وصول ہوگئی۔ **آمنہ، عائشہ، صفیہ، جگنا معلوم۔**

❁ فروری کا شمارہ لاجواب تھا۔ کہانیوں میں ایک عظیم ماں، وطن کی مٹی، صدر صاحب، چھوٹے نواب اور چوزہ چور زبردست تھیں۔ نظموں میں ''کسی کو کیا معلوم'' ٹاپ پر تھی۔ لطیفے پسند آئے۔ **حرا سعید شاہ، خوشاب۔**

❁ پہلی بات دل کو چھو لینے والی تھی۔ ایک عظیم ماں پڑھ کر بہت کچھ سیکھا۔ کہانیوں میں صدر صاحب، ملادو پیازہ، وطن کی مٹی، چھوٹے نواب اور بلاعنوان کہانی اچھی تھیں۔ **محمد شکیب مسرت، بہاولپور۔**

❁ بلاعنوان کہانی سب سے بڑھ کر اچھی تھی۔ یہ ایک معاشرتی اور اصلاحی کہانی تھی۔ بیت بازی کے تمام اشعار ہٹ تھے۔ **عمر عثمان، جھنگ۔**

❁ فروری کے شمارے کی تمام کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ تحریر ملادو پیازہ (نسرین شاہین) پڑھنے سے پہلے اس کے نام پر ہی کافی دیر غور کرنا پڑا۔ پھر جیسے جیسے کہانی

بڑھتی گئی، ہونٹوں پر مسکراہٹ، گہری ہوتی گئی ۔باقی تمام کہانیاں مزے کی تھیں ۔**خنساء عامر، ڈیرہ غازی خان۔**

❁ فروری کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ساری کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ ''عظیم ماں'' ''وطن کی مٹی'' ''اپنا درد'' بہت اچھی اور سبق آموز تھیں۔'' بلاعنوان کہانی'' بھی اچھی تھی ۔**مریم عبدالسلام شیخ، نواب شاہ۔**

❁ فروری کا شمارہ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ بلاعنوان کہانی بہت اچھی لگی۔ آپ نے کرکٹ میچ کا پورا شیڈول شائع کیا، بہت اچھا لگا۔ محمد شاہد حفیظ کی کہانی وطن کی مٹی بہت اچھی لگی۔ نونہال مصور میں محمد سعد خان کی تصویر زبردست تھی۔ **حافظ محمد عادل نوید، عفیفہ، اقراء آمنہ، تحریم، مریم، کمالیہ۔**

❁ فروری کا شمارہ کچھ انوکھا اور دلچسپ تھا۔ پڑھ کر بہت اچھا معلوم ہوا۔ تحریریں بہت ہی ہٹ کر تھیں، جو کسی رسالہ یا اخبار میں نہیں پڑھیں۔ اس شمارے میں عظیم ماں، چوزہ چور، جھوٹے نواب، ملادو پیازہ کے علاوہ ہنسی گھر، ہنڈکلیا بہت اچھا رہا، مگر ان میں سب سے زیادہ اچھی اور مزے دار تو بلاعنوان انعامی کہانی رہی۔ **افرح صدیقی، کورنگی، کراچی۔**

❁ فروری ۲۰۱۵ء کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ مجھے کرکٹ ورلڈکپ کا شیڈیول بہت اچھا لگا۔ **سعد احمد صدیقی، کورنگی۔ کراچی۔**

❁ فروری ۲۰۱۵ء کا شمارہ تمام شماروں میں اول رہا۔ **عمار احمد صدیقی، کراچی۔**

❁ شمارہ فروری ۲۰۱۵ء بے حد پسند آیا۔ میں الف سے ی تک نونہال چھان لیتی ہوں۔ اس دفعہ سب سے اچھی کہانی چوزہ چور اور ملادو پیازہ لگیں۔ **مریم صدیقی، کورنگی، کراچی۔**

❁ فروری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح سپرہٹ تھا۔ بلاعنوان کہانی سب سے اچھی لگی۔ اس کے علاوہ ایک عظیم ماں، صدرصاحب، وطن کی مٹی اور جھوٹے نواب بھی اچھی تھیں ۔**عروج رانا، مریدکے، شیخوپورہ۔**

❁ اس بار کی ساری کہانیاں ہمیشہ کی طرح ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ خاص طور پر وطن کی مٹی (محمد شاہد حفیظ) ایک عظیم ماں، صدرصاحب اور جھوٹے نواب۔ **اویس علی، کراچی۔**

❁ فروری کا شمارہ بہت ہی خوب تھا۔ بلاعنوان انعامی کہانی بہت ہی اچھی تھی۔ باقی کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ **طوبیٰ جاوید انصاری، بہاولنگر۔**

❁ فروری کا شمارہ بہت پسند آیا۔ ہر کہانی میں کوئی نہ کوئی اچھی بات ضرور تھی۔ بلاعنوان انعامی کہانی بھی بہت عمدہ تھی۔ وطن کی مٹی، ایک عظیم ماں، صدرصاحب، ملادو پیازہ اور تمام کہانیاں بہت عمدہ تھیں، یعنی اس شمارے کی تمام کہانیاں، لطیفے اور نظمیں سب کی سب ایک دوسرے سے بڑھ کر تھیں۔ **فریحہ، فاطمہ، میرپور خاص۔**

❁ اس بار کا نونہال بہترین تھا۔ سرورق بھی بہت خوب صورت تھا۔ بلاعنوان انعامی کہانی'' جھوٹے نواب'' اور صدرصاحب بہترین کہانیاں تھیں۔ **عائشہ شہباز، ملیحہ شہباز، وجیہہ شہباز، بورے والا۔**

❁ فروری کے شمارے میں جاگو جگاؤ میں نیک اور صراطِ مستقیم

کے راستے پر چلنے کا حکم دیا جا رہا تھا۔ پہلی بات حرفِ اول خاص تھی۔ دعا نظم بہت خوب تھی۔ ''ایک عظیم ماں'' زیادہ عظیم تر تھی۔ وطن کی مٹی ''نمبر ون تھی۔ صدر صاحب پڑھ کر مصنفہ کی ظرافت پر حیران ہوئے۔ کہانی بہت زبردست تھی۔ ''اپنا درد'' سبق آموز تحریر تھی۔ ''چوزہ چور'' سپرہٹ تھی۔ جھوٹ تو برائیوں کا دروازہ ہے۔ بلاعنوان انعامی کہانی پڑھ کر عورت کی ہمت اور عقل پر اش اش کر اٹھے۔ **ادیبہ نور نواب شاہی۔**

❁ روشن خیالات جو مختصر ہوتے ہیں، مگر دل میں اتر کر کے یاد رہ جاتے ہیں، ورلڈ کپ کا چارٹ دیا بہت اچھا کیا۔ اس میں دنیا کے نئے شہروں کا پتا چلا۔ ایک عظیم ماں، وطن کی مٹی اور بلاعنوان کہانی بہت اچھی لگیں۔ **عبدالجبار روی انصاری، لاہور۔**

❁ بہت خوب صورت خیالات، پیاری پیاری باتیں، حکیم صاحب کی نصیحتیں، نظمیں اور کہانیاں سب بہت دل چسپ ہوتی ہیں۔ لطائف بھی بہت اچھے تھے اور باقی سب سلسلے بھی ہمیشہ کی طرح لاجواب رہے۔ اس ماہ کی بہترین اور پُراثر تحریر ایک عظیم ماں (مسعود احمد برکاتی) تھی۔ **بہادر علی حیدر بلوچ، کنڈیارو۔**

❁ فروری کا شمارہ ہر طرح سے سجا ہوا تھا۔ خصوصاً ''ایک عظیم ماں، وطن کی مٹی، صدر صاحب، جھوٹے نواب اور بلاعنوان'' بہت پسند آئیں۔ ''چوزہ چور'' پڑھ کر کافی محظوظ ہوا۔ ''اصل طاقت'' بھی بہترین تھیں۔ باقی تمام سلسلے بھی آپ کی محنت سے بہت ہی خوب صورتی سے رواں دواں ہیں۔ **محمد قمر الزمان، خوشاب۔**

❁ فروری کا نونہال بہت زبردست تھا۔ تمام کہانیاں اے ون تھیں، لطیفے پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ میں ہمدرد نونہال رشتے کے بہن بھائیوں کو پڑھنے کے لیے دیتی ہوں، تاکہ ان کی بھی معلومات بڑھے۔ انکل! میں پرانے نونہال کیسے منگواؤں؟ **نوال فاطمہ قریشی، جگہ نامعلوم۔**

کتنے پرانے؟ زیادہ پرانے ہمارے پاس بھی نہیں ہیں۔ آپ نے خط میں پتا بھی نہیں لکھا۔

❁ فروری کا شمارہ لاجواب تھا۔ حضرت لقمان کی نصیحت بہت عمدہ تھی۔ ساری کہانیاں عمدہ تھیں۔ خاص طور پر وطن کی مٹی، صدر صاحب، اصل طاقت، بلاعنوان انعامی کہانی، جھوٹے نواب وغیرہ۔ کہانی 'اپنا درد' نے رونے پر مجبور کر دیا۔ **حافظہ تحریم فاطمہ، حسان علیم، عبدالحنان، انعام الرحیم، ملتان۔**

❁ تازہ شمارہ ہاتھ میں آتے ہی دل باغ باغ ہو گیا۔ ساری کہانیاں اور نظمیں بہت اچھی تھیں۔ بلاعنوان کہانی سب سے بہترین تھی۔ ہنسی گھر کے لطیفے پڑھ کر مزہ نہیں آیا۔ **مجاہد الرحمٰن، ثروت الرحمٰن، پتا نامکمل۔**

❁ فروری کے شمارے میں اپنی تحریر دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ شمارے کے ساتھ اتنی اچھی کتاب کا تحفہ بھی ملا، جسے پڑھ کر یوں لگا جیسے ہم نے بھی دہلی کی سیر کر لی ہو۔ فروری کے شمارے کی تمام تحریریں بے حد پسند آئیں۔ **سیدہ مبین فاطمہ عابدی، پنڈ دادن خاں۔**

جوابات معلومات افزا - ۲۳۰

سوالات فروری ۲۰۱۵ء میں شایع ہوئے تھے

فروری ۲۰۱۵ء میں معلومات افزا-۲۳۰ کے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، اس لیے قرعہ اندازی کر کے اس بار ۱۵ سے بڑھا کر ۲۵ نونہالوں کے نام نکالے گئے ہیں۔ ان سب نونہالوں کو انعامی کتاب بھیجی جا رہی ہے۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ حضرت ایوب بہت زیادہ صبر کرنے والے مشہور ہیں۔
۲۔ حضورِ اکرمؐ کے پَر دادا کا نام جناب ہاشم تھا۔
۳۔ پاکستان کی ایک بڑی سیاسی جماعت پیپلز پارٹی ۱۹۶۷ء میں قائم ہوئی تھی۔
۴۔ پاکستان میں تیار کردہ پہلے ٹریکٹر کا نام باغبان ہے۔
۵۔ قائداعظم کے مقبرے کا سنگِ بنیاد صدر ایوب خاں نے رکھا تھا۔
۶۔ ''عمر شیخ مرزا''، مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر کے والد کا نام ہے۔
۷۔ ۱۲۳۶ء میں دہلی پر رضیہ سلطانہ کی حکومت قائم ہوئی۔
۸۔ ڈاکٹر احمد سوکارنو انڈونیشیا کے پہلے صدر تھے۔
۹۔ اردو کے دو مشہور شاعر اور ادیب جگن ناتھ آزاد اور تلوک چند محروم آپس میں باپ بیٹے تھے۔
۱۰۔ آسمان پر سات ستاروں کے جھرمٹ کو دُبِ اکبر کہتے ہیں۔
۱۱۔ مشہور ڈراما نگار ولیم شیکسپیئر کا انتقال ۵۲ سال کی عمر میں ہوا تھا۔
۱۲۔ ''ANISEED'' انگریزی زبان میں سونف کو کہتے ہیں۔
۱۳۔ ''خر'' فارسی زبان میں گدھے کو کہتے ہیں۔
۱۴۔ داستان امیر حمزہ کے مصنف خلیل علی خاں اشک ہیں۔
۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ ہے: ''یہ منھ اور مسور کی دال۔''
۱۶۔ الطاف حسین حالی کے شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی چپ رہو ‏ ‏ راست گوئی میں ہے رسوائی بہت

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے ۲۵ خوش قسمت نونہال

☆ **کراچی:** عائشہ قیصر، محمد مزمل شیخ، سید شہظل علی اظہر، سیدہ سالکہ محبوب، سید عفان علی جاوید، محمد طلحہٰ سلطان شمشیر علی، علی حسن محمد نواز، رضوان ملک امان اللہ۔

☆ **حیدرآباد:** صبیحہ محمد عامر قائم خانی، مرزا اسفار بیگ، عائشہ ایمن عبداللہ، نسرین فاطمہ۔

☆ **لاہور:** انشرح خالد بٹ، مطیع الرحمٰن، امتیاز علی ناز ☆ **پشاور:** ہانیہ شہزاد۔

☆ **میر پور خاص:** فیروز احمد ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل۔

☆ **نوشہرو فیروز:** ریان آصف خانزادہ ☆ **سکرنڈ:** صادقین ندیم خانزادہ۔

☆ **گوجرانوالہ:** ایمل فاطمہ ☆ **ٹنڈو باگو:** عثمان علی چشتی ☆ **سرگودھا:** قاسم جاوید۔

☆ **راولپنڈی:** محمد ارسلان ساجد ☆ **اسلام آباد:** جویریہ۔

۱۶ درست جوابات دینے والے کام یاب نونہال

☆ **کراچی:** آمنہ عمران خان، ناعمہ تحریم، سید بادل علی اظہر، سیدہ مریم محبوب، یوسف کریم، علینا اختر، ایمن صدیقی، سیدہ جویریہ جاوید، عبدالرافع صدیقی، حسن شفیق، زہرہ شفیق، زہرا احتشام، مہیر احسین، محمد بلال مصطفیٰ قریشی، سید عمران حیدر، محمد فضل قیوم، محمد عبدالرحمٰن، محمد معین الدین غوری، محمد بلال بن عامر خان، محمد عثمان خان، جلال الدین اسد، احمد حسین، کامران گل آفریدی، محمد اختر حیات خان، صفی اللہ، بہادر، محمد احتشام شاہ، عمر حیات، احسن محمد اشرف ☆ **حیدرآباد:** حیان کاشف، جویریہ اشتیاق، عمر بن حزب اللہ بلوچ ☆ **لاہور:** صفی الرحمٰن ☆ **اٹک شہر:** اسماء عثمان، عبیرہ عدیل ☆ **پشاور:** بہرام خان ☆ **کھوکھی:** سرفراز احمد، حسن آرائیں ☆ **میر پور خاص:** بلال احمد ☆ **بے نظیر آباد:** منور سعید خانزادہ ☆ **خوشاب:** محمد قمر الزمان ☆ **سانگھڑ:** محمد ثاقب منصوری۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ **کراچی:** سیدہ فریدہ حسن، سید عالی وقار، سمیعہ توقیر، سیدہ اریبہ بتول، طاہر مقصود، سید اعظم مسعود ☆ **اسلام**

آباد: صفی اللہ عباسی، محمد ابو ہریرا کھرل ☆ راولپنڈی: رومیسہ زینب چوہان ☆ صادق آباد: عبداللہ بنگش ☆ تلہ گنگ: عاطف ممتاز ☆ خانیوال: احمد ابراہیم حسن ☆ لاہور: عبدالجبار رومی انصاری ☆ پنا نامکمل: حفصہ کامران ☆ میرپورخاص: بارق متین ☆ اٹک: علی عبدالباسط، حافظ مصعب سعید ☆ کشمور: امجد فاروق کھوسو ☆ ملتان: صائم عاصم ☆ بہاولنگر: طوبیٰ جاوید انصاری ☆ سکھر: سمیہ وسیم ☆ کامونکی: خدیجہ نشان، مبشرہ حسین ☆ حیدرآباد: محمد عاشر راحیل ☆ نواب شاہ: مریم عبدالسلام شیخ۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ کراچی: سمیہ کنول، محمد عاصم باری، صدف احمد، اسماء زینب عباسی، محمد جہانگیر عباس جوئیہ، ماہم عبدالصمد سموں، کومل فاطمہ اللہ بخش ☆ میرپورخاص: خنساء محمد اکرم، ماہ زیب اقبال، فریحہ فاطمہ ☆ ملتان کینٹ: حسن محمود ☆ ٹیکسلا کینٹ: محمد قاسم میر ☆ حیدرآباد: شیردنیا نثار، صبا سعید ☆ لاہور: احمد حسن ☆ ڈیرہ غازی خان: راشا احمد ☆ گوجرخان: محمد شہیر یاسر ☆ کوئٹہ: زینب بلوچ ☆ ٹھٹہ: محمد حمزہ ☆ ہری پور: طیب جاوید ☆ ملتان: احمد عبداللہ ☆ سکھر: فلزا اطہر، عائشہ محمد خالد قریشی ☆ کامونکی: نفیسہ فاطمہ قادری، حسن رضا سردار ☆ راولپنڈی: نور فاطمہ ☆ کوٹلی: محمد جواد چغتائی ☆ پنا نامکمل: مجاہد الرحمٰن۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ کراچی: یمنیٰ توقیر، صدف آسیہ، رضی اللہ خاں، فضل ودود خان، احمد رضا، ماریہ عبدالغفار ☆ ملتان: نورالعین ☆ خوشاب: ثانیہ افضل ☆ شہدادپور: مسکان فاطمہ محمد حسین ☆ لاہور: محمد عالم۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُر امید نونہال

☆ ڈیرہ اسماعیل خان: سیدہ زینب زیدی ☆ فیصل آباد: صارم خالد حفیظ۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُر اعتماد نونہال

☆ کراچی: میمونہ شاہد، سید علی رضا، خزینہ راشد، محمد شافع، شانزے عدنان انصاری، منصور احمد، سید علی انصب حسین ☆ اٹک سٹی: محمد عباس ☆ ملتان: حافظ تحریم فاطمہ ☆ لاوہ: عذرا سعید ☆ شیخوپورہ: محمد احسان الحسن۔

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال **فروری ۲۰۱۵ء** میں **جناب جاوید بسام** کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کرنے کے بعد تین بہترین عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جو مختلف جگہوں سے ہمیں نونہالوں نے ارسال کیے ہیں۔ جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

پہلا عنوان : **سفید خون** : کراچی سے **مہیرا حسین** نے،

دوسرا عنوان : **اپنے ہوئے پرائے** : حیدرآباد سے **زرشت نعیم راؤ** نے،

تیسرا عنوان: **سانچ کو آنچ نہیں**: لاہور سے **عبدالجبار رومی انصاری** نے بھیجا ہے۔

نوٹ : یہی عنوان ڈیرہ غازی خان سے سیدہ ذینتہ زیدی نے اور کراچی سے محمد احمد رضا خاں نے بھی بھیجا تھا، جن کے درمیان قرعہ اندازی کی گئی۔

﴿ چند اور اچھے اچھے عنوانات ﴾

جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اور حق مل گیا۔ سچا دارث۔ جذبے کی جیت۔ ناکام سازش۔ حق کی فتح۔ اپنی سازش کا شکار۔ ناکام منصوبہ۔ حق بہ حق دار رسید۔ غاصب بھائی۔

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے عنوانات بھیجے

☆ **کراچی**: فرزام انیس، مصامص شمشاد غوری، مشعل نایاب، میمونہ شاہد، کومل فاطمہ اللہ بخش، فوزیہ عنبرین، محمد بلال مصطفیٰ قریشی، محمد معین الدین غوری، محمد فہد الرحمن، فضل قیوم

خان ، احسن محمد اشرف ، محمد بلال بن عامر ، محمد طلحہ سلطان شمشیر علی ، علی حسن محمد نواز ، محمد عثمان خان ، جلال الدین اسد ، احمد حسین ، کامران گل آفریدی ، طاہر مقصود ، محمد اختر حیات خان ، صفی اللہ ، بہادر ، محمد احتشام شاہ فیصل خان ، عمر حیات ، رضوان ملک امان اللہ ، احمد رضا ، فضل ودود خان ، زبیر ذوالفقار ، مہیر احسن ، عریشہ بنت عبدالرحمن ، ماہم عبدالصمد ، اریبہ سلیم ، عرشیہ نوید حسنات احمد ، سیدہ اریبہ بتول ، زہرا احتشام ، عبدالودود ، انعم صابر ، رضی اللہ خان ، محمد جہانگیر عباس جویہ ، سید علی رضا ، زہرہ شفیق ، ہانیہ شفیق ، محمد احمد رضا خان ، ثمیمہ صدیقی ، ثمن عائشہ ، اسحار بن ناصر ، طلحہ بن عابد ، عمار احمد صدیقی ، اریبہ طاہر ، رمشا صابر ، رمیشہ زینب عمران حسین ، اقراء خالد ، قراۃ العین ، مجتبیٰ حیدر زیدی ، سیدہ فریدہ حسن ، نعبہ بتول ، عبدالرحمن قیصر ، عبدالوہاب زاہد محمود ، محمد شافع ، محمد عاصم باری ، اویس علی ، اسماء زیب عباس ، سمیعہ توقیر ، حسن شہاب صدیقی ، سیدہ جویریہ جاوید ، سید عفان علی جاوید ، محمد شیراز انصاری ، مہوش حسین ، علینا اختر ، سید شہظل علی اظہر ، سیدہ سالکہ محبوب ، سیدہ مریم محبوب ، سید باذل علی اظہر ، صالحہ کریم ، محمد مزمل شیخ ، ناعمہ تحریم ، محمد اویس لطیف ، صدف احمد ، سندس آسیہ ، آمنہ عمران خان ، سید عمران حیدر ☆ **کمالیہ :** حافظ محمد عادل نوید ☆ **حیدر آباد :** صبا سعید ، عمار بن حزب اللہ بلوچ ، شیر ونیہ ، فاطمہ خان ، آفاق اللہ خان ، صبیحہ محمد عامر قائم خانی ، حیان کاشف ، مرزا اسفار بیگ ، زرشت نعیم راؤ ، عائشہ ایمن عبداللہ ☆ **لاہور :** محمد آصف جمال ، امتیاز علی ناز ، انشرح خالد بٹ ، ماہین صباحت ، عبدالجبار رومی انصاری ، عطیہ جلیل ، مبشرہ معظم ، احمد حسن ☆ **اسلام آباد :** ایان سہیل ، پرویز احمد ، محمد ابوہریرہ کھرل ،

عبدالرحمٰن مغل ☆ **ملتان** : نورالعین ،عیشہ عاصم ،عبدالحنان ، ایمن فاطمہ ☆ **نواب شاہ** : ایمان عائشہ مہناز محمد رمضان مغل ، مریم عبدالسلام شیخ ☆ **کاموکی** : نفیسہ فاطمہ قادری ، خدیجہ نشان ، حسن رضا سردار ☆ **خوشاب** : محمد قمرالزمان ،عبدالاحد ☆ **بہاولپور** : محمد شکیب مسرت ،عثمان غنی ☆ **فیصل آباد** : اواب نعمان ، زینب عمر ☆ **کھوسکی** : سرفراز احمد، حسن آرائیں ☆ **ہری پور** : طیب جاوید، شایان آصف خانزادہ، ☆ **سکھر** : بشریٰ محمد محمود شیخ ، عائشہ محمد خالد شیخ ،فلزا مہر، سمیہ وسیم ☆ **پنانا کمل** : محمد شایان اسمر خاں ، مجاہد الرحمٰن ☆ **اٹک** : سیدہ طیبہ، اسماء عثمان ، زینب عدیل ، محمد عباس ۔ ☆ **میر پور خاص** : حرامحمود احمد، توقیر ، عدیل احمد ، وقار احمد ، فریحہ فاطمہ، سعید زاہد، مریم کھٹیان ☆ **پشاور** : حانیہ شہزاد، محمد حسان ، محمد حذیفہ خان ☆ **راولپنڈی** : محمد علی بنگش ، کرن لطیف ،محمد شہیر یاسر، محمد حذیفہ اسلم، نور فاطمہ ☆ **سکرنڈ** : کنول سعید خانزادہ، حسنین ندیم خانزادہ، ☆ **گوجرانولہ** : محمد علی ، ایمن فاطمہ ☆ **ٹنڈو باگو** : عثمان علی چشتی ☆ **جھنگ** : عمر عثمان حیدری ☆ **ڈیرہ غازی خان** : راشا احمد ☆ **شہداد پور** : مسکان فاطمہ محمد حسین ☆ **چکوال** : عاطف ممتاز ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ** : سعدیہ کوثر مغل ☆ **ڈیرہ اسماعیل خان** : سیدہ ذینیہ زیدی ☆ **بہاول نگر** : طوبیٰ جاوید ☆ **ٹیکسلا** : محمد قاسم میر ☆ **دیر لوئر** : محمد احمد ☆ **لاوہ** : محمد ثاقب ☆ **آزاد کشمیر** : زرفشاں بابر ☆ **وہاڑی** : ملیحہ شہناز ☆ **کشمور** : امجد فاروق کھوسو ☆ **چارسدہ** : رنڑا ظفر ☆ **سانگھڑ** : علیزہ ناز منصوری ☆ **کوئٹہ** : زینب بلوچ ☆ **شیخوپورہ** : محمد احسان الحسن ،عروج رانا ☆ **واہ کینٹ** : محمد ہارون آصف ☆ **کنڈیارو** : بہادر علی حیدر گڈانی بلوچ ☆ **جام شورو** : حافظ معصب سعید۔ ☆

نونہال لغت

جَادہ	جَا دَ ہ	راہ ۔ راستہ ۔ پگڈنڈی ۔ وہ راستہ جو لوگوں کے چلنے سے بن جاتا ہے ۔
جُنون	جُ نُ وْ ن	دیوانگی ۔ پاگل پن ۔ غصہ ۔ طیش ۔
بَندش	بَ نْ دِ ش	بندھن ۔ گرہ ۔ روک ٹوک ۔ تدبیر ۔
خَصلت	خَ صْ لَ ت	عادت ۔ خاصیت ۔ مزاج ۔ طبیعت ۔
خَانہ بدوش	خَا نَہ بَ دُ وْ ش	وہ لوگ جو اپنا گھر اور سامان اُٹھائے گھومتے پھرتے رہتے ہیں ۔ وہ شخص جس کا کہیں ٹھکانا نہ ہو ۔
مُندمل	مُ نْ دَ مِ ل	بھرنے والا زخم ۔ جو زخم بھر جائے ۔
تَنگ دست	تَ نْ گْ دَ سْ ت	مفلس ۔ نادار ۔ غریب ۔ محتاج ۔
تَشَدُّد	تَ شَدْ دُ د	سختی ۔ جبر ۔ زیادتی ۔ مار پیٹ ۔
آفت	آ فَ ت	مصیبت ۔ بلا ۔ قہر ۔ مشکل ۔ وبا ۔ عذاب ۔ قحط ۔
مُشتعل	مُ شْ تَ عِ ل	بھڑکتا ہوا ۔ شعلے مارنے والا ۔
نَائب	نَا ءِ ب	مددگار ۔ وکیل ۔ سفیر ۔ جانشین ۔ ماتحت ۔
قَرینہ	قَ رِ ی نَہ	ڈھنگ ۔ طرز ۔ سلیقہ ۔ سجاوٹ ۔
سَعی	سَ عِ ی	دوڑ دھوپ ۔ کوشش ۔ جدو جہد ۔ محنت ۔
قِیادت	قِ یَا دَ ت	رہبری ۔ ہدایت ۔ رہنمائی ۔
حَاجت	حَا جَ ت	ضرورت ۔ غرض ۔ خواہش ۔ اُمید ۔ آرزو ۔
مِیانہ روی	مِ یَا نَہ رَ وِ ی	متوسط چال ۔ درمیانی راہ پر چلنا ۔ بیچ کی چال ۔